الہامی پیغام

یعقُوبؔ کے عام خط

کی

تفسیر

مُصنّف

بی۔ ایل۔ ٹرنر

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

ناشرین:

آوازِ حق

۲۰۱۷

www.awazehaq.com

فہرِست مضامین

باب	مضمُون	صفحہ
۱	سنِ تصنِیف، مُصنّف اور خط کے مخاطبین	۱
۲	دو مُنتشر طبقوں کے نام پیغام	۵
۳	آزمائش میں خُوشی	۹
۴	آزمائش میں صبر اور حِکمت	۱۳
۵	’’شک نہ کرے‘‘	۱۷
۶	دو دِلا، ادنیٰ بھائی اور دَولتمند مسیحی	۲۲
۷	دَولتمند کا انجام اور آزمائش کا سبب	۲۶
۸	دو قِسم کی پَیدائش	۳۱
۹	سُننے میں تیز	۳۶
۱۰	کلام کو سُننے اور اُس پر عمل کرنے والا	۴۰
۱۱	کامِل شرِیعت اور حقیقی دِینداری	۴۵
۱۲	طرف داری	۵۰
۱۳	دَولتمند اور بادشاہی شرِیعت	۵۴
۱۴	شرِیعت اور راستبازی	۵۹

فہرستِ مضامین

صفحہ	مضمون	باب
۶۳	نجات بخش اِیمان	۱۵
۶۷	عملی اِیمان	۱۶
۷۲	اُستاد اور زبان پر قابُو	۱۷
۷۷	دو قِسم کی حِکمت اور لڑائی کی وجہ	۱۸
۸۲	دُنیا سے دوستی	۱۹
۸۶	خُدا کے نزدِیک جاؤ!	۲۰
۹۰	شرِیعت پر حاکم اور کاروبار میں گھمنڈ	۲۱
۹۴	کاروبار کرنے کے پانچ اصُول	۲۲
۹۸	ظالم کا انجام	۲۳
۱۰۳	مصیبت میں صبر	۲۴
۱۰۸	اِیمان کے ساتھ دُعا	۲۵

تمہید

پاک کلام میں لکھا ہے، ''ہر ایک صحِیفہ جو خُدا کے اِلہام سے ہے تعلِیم اور اِلزام اور اِصلاح اور راستبازی میں تربِیت کرنے کے لِئے فائِدہ مند بھی ہے تا کہ مردِ خُدا کامِل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لِئے بِالکل تیّار ہو جائے۔'' (۲۔تِیمُتھِیُس ۳:۱۶۔۱۷)

''اِلہامی پیغام'' عُنوان کے تحت ہم آپ کی خدمت میں بائبل مُقدس کی مختلف کتابوں کی تفسیر پیش کرتے ہیں تا کہ نہ صِرف مسِیحی بلکہ غیر مسِیحی دوست بھی حکمت و زندگی سے بھرپور پاک کلام کو آسانی سے سمجھ کر خُدا کی نظر میں کامِل و نیک بن سکیں۔ مگر آیئے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ''اِلہام'' کیا ہے؟ اِلہام جس یونانی لفظ کا ترجمہ ہے، اُس کا مطلب ہے ''وہ جو خُدا کی طرف سے پُھونکا گیا''۔ یعنی جس طرح خُدا نے عملِ تخلیق کے وقت اِنسان کے نتھنوں میں اپنی رُوح پُھونکی تھی، اُسی طرح اُس نے پاک صحیفوں میں بھی اپنی تخلیقی رُوح پُھونک دی ہے۔ رُوح ُالقُدس کی یہ سرگرمی ابتدائی کلیِسیا کے لِئے اِس بات کا ثبوت تھی کہ یہ صحیفے اِلہامی ہیں۔ خُدا نے اپنے پاک رُوح کے وسیلے سے اپنا کلام اِنسانی لفظوں میں پُھونک دیا۔ اِسی ٹھوس حقیقت پر مسِیحی کلیِسیا نے ہمیشہ دعویٰ کِیا کہ بائبل مُقدس ایک اِلہامی کتاب ہے، یعنی اُس کا منبع و سرچشمہ خُدا ہے۔ تو آیئے، ہم بائبل مُقدس میں سے یعقُوبؔ کے عام خط کی تفسیر

سرچشمہ خُدا ہے۔ تو آیئے، ہم بائبل مُقدس میں سے یعقُوبؔ کے عام خط کی تفسیر پر غور کریں:

پہلا باب

سنِ تصنیف، مُصنّف اور خط کے مخاطبین

آیئے پہلے یہ جاننے کی کوشِش کریں کہ یہ اِلہامی خط کِس نے لکھا اور کب لکھا۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح کے بارہ رسُولوں میں دو کا نام یعقُوبؔ تھا۔ بِلا شک و شبہ اُن میں سے ایک اِس اِلہامی خط کا مصنف ہے۔ لکھنے والے کی حقیقی پہچان کے لِئے ضرُوری ہے کہ ہم پہلے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ یہ خط کب لکھا گیا۔ ہمارے پاس کافی ٹھوس ثبوت موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ کلیسِیا کے آغاز میں یہ خط تحریر کِیا گیا۔ لیکن خط لکھے جانے سے پہلے نجات کی خُوشخبری اُن دُور دُور پھیلی ہوئی قوموں تک پہنچی جو یہُودی قبیلوں میں شمار نہیں تھیں۔ اور اِن دُور دراز پھیلے ہوئے مسیح کے پیروکاروں کے لِئے نام مسِیحی استعمال ہُوا۔

یعقُوبؔ اپنے خط میں اُن لوگوں سے مخاطب ہے جو ظُلم کے سائے تلے زندگی گزار رہے تھے۔ وہ اُن سے ظُلم برپا کرنے والوں کے بارے میں سوال پوچھتے ہُوئے کہتا ہے، ”کیا وہ اُس بزرگ نام پر کُفر نہیں بکتے جس سے تُم نامزد ہو؟“ (یعقُوب ۲:۷)

”بزرگ نام“ جس کا ذکر اِس آیت میں یعقُوبؔ نے کِیا ہے، پطرسؔ رسُول اُس کی یوں وضاحت کرتا ہے، ”۔۔۔اگر مسِیحی ہونے کے باعِث کوئی شخص

دُکھ پائے تو شرمائے نہیں بلکہ اِس نام کے سبب سے خُدا کی تمجید کرے۔"
(۱۔پطرس ۱۶:۴)

مسیح کے شاگردوں میں نام مسیحی ہر طرف عام استعمال ہونے سے پہلے زبدیؔ کا بیٹا، یعنی یُوحنّاؔ کا بھائی یعقُوبؔ، شہید ہو چُکا تھا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اِس واقعہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ رسُولوں کے اعمال ۱۱ باب، ۲۶ آیت میں لکھا ہے، "۔۔۔شاگرد پہلے انطاکیہؔ ہی میں مسیحی کہلائے۔" لیکن اعمال ۱۲ باب کی پہلی دو آیات میں لکھا ہے، "قریباً اُسی وقت ہیرودیسؔ بادشاہ نے ستانے کے لِئے کلیسِیا میں سے بعض پر ہاتھ ڈالا اور یُوحنّاؔ کے بھائی یعقُوبؔ کو تلوار سے قتل کِیا۔"

یہ ظُلم ہیرودیسؔ نے مسیح کے شاگردوں میں نام مسیحی استعمال ہونے سے پہلے کِیا۔ یعقُوبؔ نے یہ الہامی خط جابجا پھیلے ہُوئے اُن بارہ قبیلوں کے نام لکھا جو مسیحی کہلاتے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ نام "مسیحی" اِس خط کے لکھے جانے کے وقت مسیح کے شاگردوں میں عام استعمال ہوتا تھا۔ لہٰذا یہ حقیقت صاف ظاہر ہے کہ یعقُوبؔ شہید اِس اِلہامی خط کا مصنف نہیں تھا۔ غالباً یہ خط ۷۰ء سے پہلے لکھا گیا جب رومی سپاہیوں نے یروشلیمؔ کو تباہ و برباد کر کے یہُودیوں کو لاچار و بے بس کر دیا۔ اِس خط کے پانچویں باب کی پہلی سات آیات میں یعقُوبؔ اُس تباہی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو سَر پر کھڑی تھی۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی موت کے بعد چالیس سال سے کم عرصے میں یہ اِلہامی خط قلمبند ہُوا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ چالیس سال سے کِتنا عرصہ کم؟ اِتنا عرصہ کہ یعقُوبؔ اُن

ستائے ہُوئے مسیحیوں کو یہ نصیحت دے سکا، ''پس اے بھائیو! خُداوند کی آمد تک صبر کرو۔۔۔'' (یعقُوب ۵:۷)

اِس آیت میں لفظ ''آمد'' مسیح کی آمدِ ثانی کی طرف اِشارہ نہیں ہے۔ مسیح کی آمدِ ثانی کے موقع پر وقت، وقت نہ رہے گا یعنی یومِ عدالت شروع ہو گا۔ مسیح کی یہ آمد ایک تاریخی واقعہ سے ہو گی جس میں ایک درمیانی اور مقامی عدالت ہو گی۔ یہ سب کچھ مدِ نظر رکھتے ہُوئے یوں دکھائی دیتا ہے کہ یعقُوبؔ کی نصیحت بہت جلد رُونما ہونے والے واقعہ کی طرف اِشارہ کرتی ہے۔ ہمیں ذہن میں رکھنا ہے کہ وہ لوگ جن کے نام یہ اِلہامی خط لکھا گیا بے انصافی، غربت اور ظُلم کے بھاری بُوجھ تلے دبے ہُوئے تھے۔ ایسی حالت میں اُن کو نصیحت کرنا اور اُن کا حوصلہ بڑھانا نہایت ضرُوری تھا۔ وہ تاریخی لمحہ جس کے وسیلے سے اُن کو اپنی تکلیفوں اور مصیبتوں سے رہائی مِل سکتی تھی اِس قدر قریب تھا کہ یعقُوبؔ بے اختیار ہو کر کہہ اُٹھا، ''۔۔۔خُداوند کی آمد قریب ہے۔۔۔ دیکھ مُنصِف دروازہ پر کھڑا ہے۔'' (یعقُوب ۵:۸-۹)

تفتیش و تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اِلہامی خط مسیحی زمانے کے شروع ہی میں لکھا گیا۔ یہ حقیقت اُس وقت اَور بھی کھل کر سامنے آتی ہے جب یروشلیمؔ کی تباہی کے بعد مسیحی یہُودیوں کا غیر مسیحی یہُودیوں کی مقامی عبادت گاہوں میں داخلہ بالکل بند ہو گیا۔ اِس خط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک مسیحی یہُودی اور غیر مسیحی یہُودی اکٹھے عبادت کِیا کرتے تھے۔ یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اِلہامی خط یروشلیمؔ کی تباہی سے پہلے قلمبند کِیا گیا۔

اگر ہم یعقُوب پانچ باب کی پہلی ۹ آیات کا مطالعہ کریں تو واضح ہو گا کہ یہ اِلہامی خط یعقُوبؔ نے دو الگ الگ طبقوں کو لکھا۔ ایک طبقہ مسیحی تھا اور دُوسرا غیر مسیحی، ایک غریب تھا اور دُوسرا امیر، لیکن امیروں کے طبقے میں سے کچھ دُھوکے اور فریب سے دولتمند بن گئے۔ یعقُوبؔ اِن دو طبقوں میں مُوازنہ کرتے ہُوئے ایک سے یوں مخاطب ہوتا ہے، ''اے دولتمندو'' (یعقُوب ۵:۱) اور دُوسرے سے کہتا ہے، '' اے بھائیو''۔ (یعقُوب ۵:۷)

یوں لگتا ہے کہ دولتمند یہُودی زمیندار اور تاجر (یعقُوب ۵:۴، ۴:۱۳-۱۴) غریب یہُودی مسیحیوں کے ساتھ ہر قدم پر بے انصافی کر رہے تھے۔ یعقُوبؔ اِس بارے میں کہتا ہے، ''۔۔۔جن مزدُوروں نے تُمہارے کھیت کاٹے اُن کی وہ مزدُوری جو تُم نے دغا کر کے رکھ چھوڑی چِلّاتی ہے اور فصل کاٹنے والوں کی فریاد ربّ اُلافواج کے کانوں تک پہنچ گئی ہے۔'' (یعقُوب ۵:۴)

دُوسرا باب

دو مُنتشر طبقوں کے نام پیغام

(یعقُوب ۱:۱)

اِنجیلِ مُقدس میں یعقُوبؔ کا اِلہامی خط کِسی ایک طبقہ کو نہیں بلکہ دو الگ الگ طبقوں کو لکھا گیا۔ ایک طبقہ مسِیحی تھا اور دُوسرا غیر مسِیحی، ایک غریب تھا اور دُوسرا امیر۔ یوں لگتا ہے کہ دولتمند یہُودی زمیندار اور تاجر، غریب یہُودی مسِیحیوں کے ساتھ ہر قدم پر بے انصافی اور بے اِیمانی سے پیش آ رہے تھے۔ یعقُوبؔ نے یہ خط ظالم اور مظلوم دونوں کے نام پر لکھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کِس طرح ظالم اور مظلوم دونوں کو ایک ساتھ مخاطب کر سکا؟ کیا ظُلم کرنے والے اور ظُلم سہنے والے دونوں ایک ہی جگہ موجود تھے؟ یعقُوبؔ کو دونوں طبقوں سے مخاطب ہونے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی کیونکہ مسِیحی یہُودی اُس وقت یہُودی عبادت گاہوں میں غیر مسِیحی یہُودیوں کے ساتھ اکٹھے مِل کر عبادت کِیا کرتے تھے۔ یہ حقیقت یعقُوبؔ کے اِس بیان سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے: ''۔۔۔اگر ایک شخص تو سونے کی انگوٹھی اور عمدہ پوشاک پہنے ہُوئے تُمہاری جماعت (لفظ جماعت یونانی زبان کے لفظ سِنیگاگ کا ترجمہ ہے جس کا مطلب ہے یہُودیوں کی مقامی عبادت گاہ) میں آئے اور ایک غریب آدمی مَیلے کُچیلے

کپڑے پہنے ہُوئے آئے۔'' (یعقُوب ۲:۲) اِس آیت میں ''امیر آدمی'' غیر مسیحی یہُودیوں کو اور ''غریب آدمی'' مسیحی یہُودیوں کو ظاہر کرتا ہے۔

اگر ہم رسُولوں کے اعمال کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ اِفسُسؔ میں مسیح کی کلیسیا، یہُودی عبادت گاہ میں عبادت کے لِئے تین ماہ تک لگاتار جمع ہوتی رہی۔ اِس کے علاوہ کئی اَور مقامات پر بھی ایک لمبے عرصہ تک مسیحی یہُودی عبادت کے لِئے غیر مسیحی یہُودیوں کے ساتھ جمع ہوتے رہے۔ جیسا کہ اعمال ۹ باب کی پہلی دو آیات میں لکھا ہے، ''اور ساؤلؔ جو ابھی تک خُداوند کے شاگردوں کے دھمکانے اور قتل کرنے کی دُھن میں تھا سردار کاہن کے پاس گیا اور اُس سے دمشقؔ کے عِبادت خانوں کے لِئے اِس مضمُون کے خط مانگے کہ جن کو وہ اِس طرِیق پر پائے خواہ مرد خواہ عَورت اُن کو باندھ کر یروشلیمؔ میں لائے۔''

یعقُوبؔ کے اِس اِلہامی خط سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت کا یہ طریقہ ایک لمبی مدت تک رومی اور ایرانی سلطنتوں میں جابجا قائم رہا۔ اگر ہم چوتھے باب کی پہلی دَس آیات کا مطالعہ کریں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یعقُوبؔ نے یہ خط دو الگ الگ طبقوں کو لکھا۔ ایک طبقے سے تو وہ سخت زبان میں مخاطب ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ کہتا ہے، ''تُم خواہِش کرتے ہو اور تُمہیں مِلتا نہیں۔ خوُن اور حسد کرتے ہو اور کچھ حاصِل نہیں کر سکتے۔ تُم جھگڑتے اور لڑتے ہو۔ تُمہیں اِس لِئے نہیں مِلتا کہ مانگتے نہیں۔ تُم مانگتے ہو اور پاتے نہیں اِس لِئے کہ بُری نیت سے مانگتے ہو تا کہ عَیش و عِشرت میں خرچ کرو۔ اے

زِنا کرنے والیو! کیا تُمہیں نہیں معلوُم کہ دُنیا سے دوستی رکھنا خُدا سے دُشمنی کرنا ہے؟ ۔۔۔" (یعقُوب ۴:۲۔۴)

لیکن اِس کے برعکس دُوسرے طبقے سے وہ پُرمحبّت زبان اِستعمال کرتے ہُوئے کہتا ہے، "اے بھائیو! ایک دُوسرے کی بدگوئی نہ کرے۔ جو اپنے بھائی کی بدگوئی کرتا یا بھائی پر اِلزام لگاتا ہے وہ شرِیعت کی بدگوئی کرتا اور شرِیعت پر اِلزام لگاتا ہے۔۔۔" (یعقُوب ۴:۱۱)

پہلے طبقے کے بارے میں یعقُوبؔ نے صاف لکھا کہ وہ خون کرتے، حسد و تکبر کرتے، لڑتے جھگڑتے، بُری نیت سے مانگتے، عیش و عشرت کرتے، زِنا کرتے اور دُنیا کے ہر بُرے کام میں شریک ہوتے تھے۔ وہ خُدا سے دُور تھے، اِسی لِئے سَر سے پاؤں تک گُناہ میں ڈوبے ہُوئے تھے۔ اِس سے بالکل صاف واضح ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ مسیح کے پیروکار نہیں تھے۔ مگر اِس کے باوجود وہ پاک صحائف کا احترام کرتے تھے، اِسی لِئے یعقُوبؔ نے تنبیہ کرنے کے لِئے امثال کی کتاب سے حوالہ دیا، "۔۔۔خُدا مغرُوروں کا مُقابلہ کرتا ہے مگر فروتنوں کو تَوفِیق بخشتا ہے۔" (یعقُوبؔ ۴:۶، امثال ۳:۳۴) یہ سب کچھ مدِنظر رکھتے ہُوئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یعقُوبؔ دو الگ الگ طبقوں سے مخاطب ہے، ایک طبقہ غیر مسِیحی یہُودی اور دُوسرا طبقہ مسِیحی یہُودی تھا۔

یعقُوبؔ نے یہ اِلہامی خط اُن بارہ قبیلوں کے نام پر لکھا جو جابجا رہتے تھے (یعقُوب ۱:۱)۔ اِسرائیلؔ کے یہ بارہ قبیلے خُدا کے تابع نہ تھے، اِسی لِئے وہ الٰہی سزا کے طور پر اِدھر اُدھر بِکھر گئے۔ یہ سب کچھ مُوسیٰؔ کی اُس پیشن گوئی

کے مطابق ہُوا جس کا ذکر اُس نے اِستِثنا کی کتاب میں کِیا ہے: ''اگر تُو اُس شرِیعت کی اُن سب باتوں پر جو اِس کِتاب میں لِکھی ہیں اِحتیاط رکھ کر اِس طرح عمل نہ کرے کہ تُجھ کو خُداوند اپنے خُدا کے جلالی اور مہیب نام کا خوف ہو تو خُداوند تُجھ پر عجیب آفتیں نازِل کرے گا۔۔۔ اور خُداوند تُجھ کو زمین کے ایک سِرے سے دُوسرے سِرے تک تمام قوموں میں پراگندہ کرے گا۔۔۔''
(اِستِثنا ۲۸:۵۸، ۶۴)

یعقُوبؔ نے جب یہ اِلہامی خط لکھا، یہُودی لوگ اپنی باغیانہ روش کے سبب سے ایک بہت وسیع علاقے میں جابجا پھیلے ہُوئے تھے۔ جیسا کہ اعمال کی کتاب میں عیدِ پینتکُست کے دِن کے بارے میں لکھا ہے کہ مختلف علاقوں سے یہُودی ایک جگہ جمع ہُوئے۔ دراصل یعقُوبؔ چاہتا تھا کہ اِس اِلہامی خط کا پیغام دُور دراز پھیلے ہُوئے تمام یہُودی لوگوں تک پہنچے۔ یعقُوبؔ صِرف ایک ہی طبقے اور ایک ہی جگہ کے لوگوں سے مخاطب نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اُس کا یہ الٰہی پیغام دُور دُور تک پھیلے۔

تیسرا باب

آزمائش میں خوشی

(یعقُوب ۱:۲۔۳)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کا آغاز آزمائش کے موضوع سے کرتا ہے کہ اگر ہم آزمائش میں پھنس جائیں تو اُس پر کِس طرح فتح پائیں۔ وہ کہتا ہے، ''اَے میرے بھائیو! جب تُم طرح طرح کی آزمائشوں میں پڑو تو اِس کو یہ جان کر کمال خوُشی کی بات سمجھنا کہ تُمہارے اِیمان کی آزمائش صبر پَیدا کرتی ہے۔'' (یعقُوب ۱:۲۔۳)

آزمائش میں بذاتِ خود کچھ بھی خُوشی نہیں مگر مسِیحی ہونے کے ناطے ہمیں آزمائش کو اپنے لِئے خُوشی کا باعث سمجھنا چاہیے۔ ہم اگر مسیح کی تعلیم کے مطابق آزمائش برداشت کریں تو اِس سے بہت اچھا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ مسیح یِسُوعؔ نے اِس بارے میں خود فرمایا، ''مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں۔۔۔'' (متی ۵:۱۰) لیکن سوال یہ ہے کہ آزمائش کیا ہے؟ لفظ ''آزمائش'' ایک یونانی لفظ سے لِیا گیا ہے جو یعقُوبؔ کے خط میں دو الگ الگ معنوں میں اِستعمال ہُوا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ آزمائش سب سے پہلے اُن حالات میں اِستعمال ہُوا جو غریبی اور امیری دونوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعقُوبؔ پہلا باب اُس کی ۲ سے ۱۱ آیت میں لفظ آزمائش اِنہی معنوں میں اِستعمال ہُوا

ہے۔لیکن پہلے ہی باب کی ۱۲ سے ۱۷ آیت میں یہی لفظ بُری خواہشات کے لِئے اِستعمال ہُوا ہے، جو اِنسان کے دِل کو شہوت پرستی کی طرف راغب کرتی ہیں۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آزمائش بیرونی حالات اور اندرونی خواہشات دونوں کے سبب سے پیدا ہوسکتی ہے۔

''جب تُم ۔۔۔ آزمائش میں پڑو۔۔۔'' ایسی حالت میں مسیح یِسُوعؔ نے ہمیں یوں دُعا کرنے کو کہا، ''۔۔۔ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ بُرائی سے بچا۔۔۔'' (متی ۶: ۱۳) اِس دُعا کو ذہن میں رکھتے ہُوئے ہمیں خُدا کے حضُور بڑی عاجزی سے اِلتجا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں آزمائش سے بچائے۔ اور اگر دُعا کرنے کے باوجود ہم آزمائش میں پھنس جائیں تو اِسے اپنے لِئے کمال خُوشی کا باعث سمجھیں۔ آزمائش کی حالت میں ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ پاک کلام میں لکھا ہے کہ ''تُم کِسی ایسی آزمائش میں نہیں پڑے جو اِنسان کی برداشت سے باہر ہو اور خُدا سچّا ہے۔ وہ تُم کو تُمہاری طاقت سے زیادہ آزمائش میں نہ پڑنے دے گا بلکہ آزمائش کے ساتھ نِکلنے کی راہ بھی پَیدا کر دے گا تا کہ تُم برداشت کر سکو۔'' (۱۔کُرِنتھِیوں ۱۰: ۱۳)

جب یعقُوبؔ ''طرح طرح کی آزمائش'' کا ذکر کرتا ہے تو اُس کا اِشارہ شیطان کی طرف ہے کیونکہ وہ ایسا چالاک اور حیلہ باز ہے کہ ہمیں مختلف داوٴ کھیل کر کِسی نہ کِسی جال میں پھنسا دیتا ہے۔ مگر خُدا، شیطان کی پیدا کردہ ہر آزمائش کو اِنسان کی بہتری اور کاملیت کے لِئے اِستعمال کر سکتا ہے۔ جیسا کہ یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط میں کہتا ہے، ''۔۔۔اِس کو یہ جان کر کمال خوُشی کی بات

سمجھنا کہ تُمہارے اِیمان کی آزمائش صبر پیدا کرتی ہے۔'' (یعقُوب ۱:۳) اِس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خُدا اُس آزمانے والے سے کہیں زیادہ طاقت ور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اِن آزمائشوں ہی سے ہمارے لِئے اچھائی پیدا کرتا ہے۔ ایک مسیحی کے لِئے اِس سے زیادہ خُوشی کی بات اَور کیا ہو گی کہ آزمائشوں میں ستائے جانے کے باوجود خُدا اُس کے لِئے بھلائی پیدا کرتا ہے۔

یعقُوبؔ اپنے خط میں جو حکمت و سمجھ ہمیں بخشتا ہے، وہ پطرسؔ رسُول کی اُس ہدایت و راہنمائی کے مطابق ہے جس کا ذکر اُس نے کلامِ مُقدس میں کِیا ہے کہ ''۔۔۔اپنے اِیمان پر نیکی اور نیکی پر معرفت اور معرفت پر پرہیزگاری۔۔۔ بڑھاؤ۔'' (۲۔پطرس ۱:۵۔۷) جب شیطان ہمیں طرح طرح کی آزمائشوں میں پھنساتا ہے تو اِس سے ہمارے اِیمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اِیمان پر شک کریں۔ جیسا کہ زبور ۷۳ میں لکھا ہے، ''بے شک خُدا اِسرائیلؔ پر یعنی پاک دِلوں پر مہربان ہے۔ لیکن میرے پاؤں تو پھسلنے کو تھے۔ میرے قدم قرِیباً لغزِش کھا چکے تھے۔ کیونکہ جب مَیں شرِیروں کی اِقبالمندی دیکھتا تو مغرُوروں پر حسد کرتا تھا۔ اِس لِئے کہ اُن کی موت میں جان کنی نہیں بلکہ اُن کی قوّت بنی رہتی ہے۔ وہ اَور آدمیوں کی طرح مُصِیبت میں نہیں پڑتے۔ نہ اَور لوگوں کی طرح اُن پر آفت آتی ہے۔ اِس لِئے غرُور اُن کے گلے کا ہار ہے۔ گویا وہ ظُلم سے مُلبس ہیں۔ اُن کی آنکھیں چربی سے اُبھری ہُوئی ہیں۔ اُن کے دِل کے خیالات حد سے بڑھ گئے ہیں۔ وہ ٹھٹھا مارتے اور شرارت سے ظُلم کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ بڑا بول بولتے ہیں۔ اُن کے منہ آسمان

پر ہیں اور اُن کی زبانیں زمین کی سَیر کرتی ہیں۔ اِس لِئے اُس کے لوگ اِس طرف رجُوع ہوتے ہیں اور جی بھر کر پیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں خُدا کو کیسے معلُوم ہے؟ کیا حق تعالیٰ کو کچھ عِلم ہے؟ اِن شریروں کو دیکھو! یہ سدا چَین سے رہتے ہُوئے دَولت بڑھاتے ہیں۔ یقیناً مَیں نے عبث اپنے دِل کو صاف اور اپنے ہاتھوں کو پاک کِیا۔ کیونکہ مُجھ پر دِن بھر آفت رہتی ہے اور مَیں ہر صُبح تنبِیہ پاتا ہُوں۔ اگر مَیں کہتا کہ یُوں کہُوں گا تو تیرے فرزندوں کی نسل سے بے وفائی کرتا۔ جب مَیں سوچنے لگا کہ اِسے کیسے سمجھُوں تو یہ میری نظر میں دُشوار تھا۔ جب تک کہ مَیں نے خُدا کے مَقدِس میں جا کر اُن کے انجام کو نہ سوچا۔ یقیناً تُو اُن کو پِھسلنی جگہوں میں رکھتا ہے اور ہلاکت کی طرف ڈھکیل دیتا ہے۔ وہ دم بھر میں کیسے اُجڑ گئے! وہ حادثوں سے بالکل فنا ہو گئے۔'' (زبُور ۷۳:۱-۱۹)

اِن آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ہماری بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ ہمارے اِیمان کی بھی آزمائش ہوتی ہے۔

چوتھا باب

آزمائش میں صبر اور حِکمت

(یعقُوب ۱:۴-۵)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط میں ہمیں بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر ہم پر آزمائش آن پڑے تو ہمیں ہمت نہیں ہارنا چاہیے کیونکہ اِس سے نہ صِرف ہمارے اِیمان کی پختگی کا پتہ چلتا ہے بلکہ آزمائش سے ہمارے دِل میں صبر، اور صبر سے نہایت ضرُوری اور اعلیٰ خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یونانی لفظ جس کا ترجمہ ''صبر'' کِیا گیا ہے، غیرمتحرک نہیں بلکہ متحرک ہے۔ صبر ہمارے اندر وہ بہادری پیدا کرتا ہے جس سے ہم شیطان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ صبر ہمارے دِل میں نہ صِرف شیطان کے خلاف مقابلہ کرنے کی تحریک پیدا کرتا ہے بلکہ اُس کے ہر حملے کو ثابت قدمی سے برداشت کرنے کی قوت بھی بخشتا ہے۔ صبر سے پائداری اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ یعقُوبؔ ۱:۴ میں لکھا ہے، '' اور صبر کو اپنا پورا کام کرنے دو تا کہ تُم پورے اور کامِل ہو جاؤ اور تُم میں کِسی بات کی کمی نہ رہے۔''

جب یعقُوبؔ کہتا ہے کہ ''صبر کو اپنا پورا کام کرنے دو'' تو اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آزمائش ہماری اپنی مرضی یا خواہش سے پیدا ہوتی ہے بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں آزمائش کے وقت کیسا مزاج اور کیسا رویہ اختیار کرنا

چاہیے۔ مسِیحی، خُدا کو کبھی آزمائش کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتے، کہ خُدا نے فلاں آزمائش بھیجی ہے کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آزمائش میں پھنسانے والا خُدا نہیں بلکہ شیطان ہے۔ ہم یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ خُدا اِن آزمائشوں کے ذریعے ہمارے اندر نہایت اعلیٰ اور مفید خوبیاں پیدا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آزمائش سامنے ہو تو ہم ڈٹ کر صبر سے اُس کا مقابلہ کرتے ہیں، اور خُدا سے قوت و طاقت مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر قدم پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ اور اگر ہم صبر کو پورا کام نہ کرنے دیں تو کاملیت اور تکمیل تک پہنچانے والی اعلیٰ اور مفید خوبیاں ہمارے اندر پیدا نہیں ہوسکتیں۔

وہ یونانی لفظ جس کا ترجمہ ''پورا'' کِیا گیا ہے، اُس تکمیل کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے ایک خاص مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ آزمائش کے سامنے ہمارا ردِعمل صبر کی صورت میں ہونا چاہیے، اور پھر صبر کو اپنا پورا اور بھرپور کام کرنے دینا چاہیے تا کہ اِلٰہی مقصد مکمل ہو۔ اکثر ہم سوچتے ہیں کہ خُدا نے ہماری زندگی میں یہ آزمائش اِتنی لمبی مدت تک کیوں رہنے دی، تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے عیب اور کمزوریاں ہماری سمجھ اور اندازے سے کہیں زیادہ ہیں۔ جیسا کہ زبُور کی کتاب میں لکھا ہے، ''کون اپنی بُھول چُوک کو جان سکتا ہے؟ تُو مُجھے پوشِیدہ عَیبوں سے پاک کر۔'' (زبُور ۱۹:۱۲)

اِس کے علاوہ یرمیاہؔ نبی کی کتاب میں لکھا ہے، ''دِل سب چیزوں سے زیادہ حِیلہ باز اور لاعِلاج ہے۔ اُس کو کون دریافت کر سکتا ہے؟'' (یرمِیاہ ۱۷:۹) اور پولُسؔ، کُرِنتھِیوں کے نام لکھتے ہُوئے کہتا ہے، '' کیونکہ میرا دِل تو مُجھے

ملامت نہیں کرتا مگر اِس سے مَیں راستباز نہیں ٹھہرتا بلکہ میرا پرکھنے والا خُداوند ہے۔'' (۱۔کُرِنتھِیوں ۴:۴)

وہ یونانی لفظ جس کا ترجمہ ''کامِل'' کِیا گیا ہے، ایسی کاملیت کی طرف اِشارہ کرتا ہے جو قربانی کے ایک بے عیب اور بے داغ جانور میں ہوتی ہے۔ ایسی ہی کاملیت ہم میں بھی ہونی چاہیے۔ جب ہم آزمائش کا صبر سے مقابلہ کرتے ہیں تو قدم بہ قدم ہماری کمزوریاں اور خامیاں مِٹتی چلی جاتی ہیں۔ اور یوں صبر سے ثابت قدم رہ کر ہم گُناہ پر غالب آتے ہیں اور اِنعام میں ایسی بیش قیمت اور اعلیٰ خوبیاں پاتے ہیں جو ہمیں خُدا اور اِنسان دونوں کی خدمت کرنے کے قابل بناتی ہیں۔

یعقُوبؔ چوتھی آیت کے آخری حِصے میں کہتا ہے، ''۔۔۔تُم میں کِسی بات کی کمی نہ رہے۔'' اِس آیت میں یعقُوبؔ ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ خُدا صِرف ہماری کمزوریاں اور خامیاں ہی نکالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہمارے اندر وہ قابلیت اور سِیرت پیدا ہو جس کے وسیلے سے ہم خُدا کے کام بہتر طور پر انجام دے سکیں۔ آزمائش کی برداشت ایک اہم ذریعہ ہے جس سے وہ اپنا یہ مقصد پورا کرتا ہے۔

جب ہم مالی نقصان کی لپیٹ میں ہوں، جب بیماری کی وجہ سے ہماری جسمانی طاقت، عزت و وقار اور خودمختاری چِھن جائے، جب ہم اپنے کِسی قریبی رشتے دار کی گمراہی کے سبب سے شرمندہ ہوں اور جب ہمیں جھوٹے الزامات کا نشانہ بنایا جائے تو کیا ایسی حالت میں ہمارے اندر وہ حکمت موجود ہو گی جو ہمیں

اِن آزمائشوں میں بھی صبر و خُوشی دے سکے؟ ایسی نازک حالت میں ہمیں خاص حکمت کی ضرُورت ہے تا کہ خُدا کے اعلیٰ مقصد کو سمجھ سکیں۔ اور اگر آزمائش کچھ زیادہ ہی سخت ہو یعنی اگر جنگ کے بادل چاروں طرف چھا جائیں یا مُلک کی معاشی حالت بالکل تباہ و برباد ہو جائے یا ہر طرف مُہلک وبا اور قحط پھیل جائے تو کیا ایسی حالت میں وہ حکمت ہم میں ہو گی جس کے وسیلے خُدا پر پورا بھروسہ و اعتقاد رکھ سکیں کہ خواہ کیسے ہی حالت کیوں نہ ہوں وہ ہمیں کاملیت تک ضرُور پہنچائے گا؟

آزمائش چھوٹی ہو یا بڑی، ہر آزمائش کو کمال خُوشی سے برداشت کرنے کے لِئے اِلٰہی حکمت کی سخت ضرُورت ہوتی ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اِلٰہی حکمت کی ہم میں کمی ہے تو بِلا جھجھک خُدا سے مانگیں، اِسی لِئے یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط میں کہتا ہے، "۔۔۔اگر تُم میں سے کِسی میں حِکمت کی کمی ہو تو خُدا سے مانگے۔۔۔" (یعقُوب ۱:۵) دانی ایلؔ نبی بھی اپنی کتاب میں خُدا کے بارے میں کہتا ہے، "۔۔۔وہی حکیموں کو حِکمت اور دانشمندوں کو دانش عنایت کرتا ہے۔" (دانی ایل ۲:۲۱) اور اِسی طرح ایوّبؔ نبی پاک کلام میں لکھتا ہے، "۔۔۔حِکمت کہاں مِلے گی؟ اور خرد کی جگہ کہاں ہے؟ نہ اِنسان اُس کی قدر جانتا ہے اور نہ وہ زِندوں کی سر زمین میں مِلتی ہے۔" (ایوّب ۲۸:۱۲۔۱۳) یعقُوبؔ، دانی ایلؔ اور ایوّبؔ نبی کی ہدایت کے مطابق اِلٰہی حکمت ہمیں صِرف اور صِرف خُدا کے حضُور مانگنے سے مِل سکتی ہے۔

پانچواں باب

’’شک نہ کرے‘‘

(یعقُوب ١:٥-٨)

جب ہم طرح طرح کی آزمائشوں میں پھنس جائیں تو ہمیں کِس حکمت سے اُن کو برداشت کرنا چاہیے۔ مگر کیا ہمارے پاس ایسی حکمت ہے؟ ہر گز نہیں! ہمیں خُدائے بزرگ و برتر کے حضُور التجا کرنا ہے کہ وہ ہمیں آزمائش سے نکالنے کے لِئے حکمت بخشے۔ مگر کیا وہ ہماری دُعا سُنتے ہی ہمیں حکمت سے مالامال کر دے گا؟ ممکن ہے کہ جب ہم خُدا سے حکمت کی التجا کریں تو وہ ہمیں عین اُسی وقت نہ دے۔ آیئے ذرا اِس سلسلے میں داوٗدؔ نبی کی پکار پر غور کریں: ’’اَے خُداوند کب تک؟ کیا تُو ہمیشہ مُجھے بُھولا رہے گا؟ تُو کب تک اپنا چہرہ مُجھ سے چِھپائے رکھے گا؟ کب تک مَیں جی ہی جی میں منصُوبہ باندھتا رہُوں اور سارے دِن اپنے دِل میں غم کِیا کرُوں؟ کب تک میرا دُشمن مُجھ پر سربلند رہے گا؟ اَے خُداوند میرے خُدا! میری طرف توّجہ کر اور مُجھے جواب دے۔ میری آنکھیں روشن کر۔ ایسا نہ ہو کہ مُجھے موت کی نِیند آ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ میرا دُشمن کہے کہ مَیں اِس پر غالِب آ گیا۔ نہ ہو کہ جب مَیں جُنبِش کھاؤں تو میرے مخالف خُوش ہوں۔‘‘ (زبُور ١٣:١-٤)

جب ہم اِسی طرح داؤدؔ نبی کی طرح بے اختیار ہو کر پکار اُٹھیں تو لازم ہے کہ اپنے اندر داؤدؔ نبی جیسا بھروسہ و اعتماد بھی رکھیں تا کہ ہم بھی اُس کی طرح کہہ سکیں، ''۔۔۔مَیں نے تو تیری رحمت پر توّکل کِیا ہے۔ میرا دِل تیری نجات سے خُوش ہو گا۔ مَیں خُداوند کا گِیت گاؤں گا کیونکہ اُس نے مُجھ پر اِحسان کِیا ہے۔'' (زبُور ۱۳:۵-۶)

خُدا کی یہ صفت ہے کہ وہ کِسی کا طرف دار نہیں، اُس کے ہاں سب برابر ہیں۔ حکمت و دانش مانگنے والا کوئی بھی کیوں نہ ہو وہ اُسے دیتا ہے۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ جب خُدا اِتنے یقین کے ساتھ ہمیں دینے کا وعدہ کرتا ہے تو پھر ہم اپنی حاجت مندی اُس کے حضُور پیش کیوں نہیں کرتے؟

جب یعقُوبؔ پہلے باب کی پانچویں آیت کے آخری حصے میں کہتا ہے کہ ''۔۔۔بغیر ملامت کِئے سب کو فیاضی کے ساتھ دیتا ہے، اُس کو دی جائے گی۔'' تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ حکمت مانگنے کے لِئے خُدا ہماری ہر التجا بغیر ملامت کِئے قبول کرے گا۔ اِس آیت سے خُدا ہمیں یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ وہ ہماری ایسی کوئی التجا رد نہیں کرے گا۔

وہ ''سب کو فیاضی کے ساتھ دیتا ہے۔'' اِس کا مطلب یہ ہے کہ خُدا ہماری توقعات سے کہیں بڑھکر حکمت و دانش بخشتا ہے۔ یہ اُس وعدے کے مطابق ہے جس کا ذکر پَولُسؔ رسُول نے اپنے اِلہامی خط میں کِیا، ''اب جو ایسا قادِر ہے کہ اُس قُدرت کے مؤافِق جو ہم میں تاثِیر کرتی ہے ہماری درخواست اور خیال سے بہُت زیادہ کام کر سکتا ہے۔۔۔'' (اِفسیوں ۳:۲۰)

جب یعقُوبؑ کہتا ہے کہ ''اُس کو دی جائے گی'' تو اِس سے واضح ہوتا ہے کہ خُدا ہمیں حکمت کئی ذرائع سے بخش سکتا ہے۔ ایک طریقہ جس سے خُدا ہمیں حکمت بخشتا ہے اُس کا اِلہامی کلام ہے۔ اِسی لِئے داوٗدؑ نبی نے شکرگزاری کا اظہار کرتے ہُوئے کہا، ''تیرے فرمان مُجھے میرے دُشمنوں سے زیادہ دانِش مند بناتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہیں۔ مَیں اپنے سب اُستادوں سے عقلمند ہُوں کیونکہ تیری شہادتوں پر میرا دھِیان رہتا ہے۔ مَیں عُمر رسِیدہ لوگوں سے زیادہ سمجھ رکھتا ہُوں کیونکہ مَیں نے تیرے قوانِین کو مانا ہے۔'' (زبُور ۱۱۹:۹۸-۱۰۰)

پاک صحائف کے علاوہ خُدا اپنے پاک رُوح کے ذریعے بھی ہمیں حکمت بخش سکتا ہے جیسا کہ اِنجِیلِ پاک میں لکھا ہے، ''اور جب وہ تُم کو عِبادت خانوں میں اور حاکموں اور اِختیار والوں کے پاس لے جائیں تو فِکر نہ کرنا کہ ہم کِس طرح یا کیا جواب دیں یا کیا کہیں، کیونکہ رُوح اُلقُدس اُسی گھڑی تُمہیں سِکھا دے گا کہ کیا کہنا چاہیے۔'' (لُوقا ۱۲:۱۱-۱۲)

پاک صحائف اور رُوح اُلقُدس کے علاوہ خُدا بعض اوقات کِسی شخص کے ذریعہ بھی ہمیں ایسا پیغام دے سکتا ہے جس سے ہمیں حکمت وسمجھ حاصل ہو۔

یعقُوبؑ اپنے اِلہامی خط کی ۶ آیت میں لکھتا ہے، ''مگر اِیمان سے مانگے اور کُچھ شک نہ کرے کیونکہ شک کرنے والا سمُندر کی لہر کی مانِند ہوتا ہے جو ہَوا سے بہتی اور اُچھلتی ہے (یعقُوب ۱:۶)۔

جب وہ کہتا ہے کہ ''اِیمان سے مانگے'' تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اِیمان کا شک سے مقابلہ کر رہا ہے۔ اِس آیت میں لفظ اِیمان یقین اور بُھروسہ کے معنی میں اِستعمال ہُوا ہے۔ خُدا چاہتا ہے کہ ہم حکمت مانگنے کے لِئے پورے اعتماد و یقین سے اُس کے فضل کے تخت کے سامنے حاضر ہوں۔ یہی وہ یقین و اعتماد ہے جس کی یُوحنّاؔ رسُول اپنے پیغام میں مکمل تائید و حمایت کرتا ہے۔ یُوحنّاؔ اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''اور ہمیں جو اُس کے سامنے دِلیری ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ اگر اُس کی مرضی کے مُوافِق کُچھ مانگتے ہیں تو وہ ہماری سُنتا ہے۔'' (۱-یُوحنّا ۵:۱۴)

اور جب یعقُوبؔ کہتا ہے کہ ''کُچھ شک نہ کرے'' تو وہ ہمارے سامنے دو اعلیٰ حقیقتیں پیش کرتا ہے جن پر شک کرنا جائز نہیں: پہلی حقیقت حکمت لینے کے لِئے ہماری حاجت مندی اور دُوسری حقیقت حکمت دینے کے لِئے خُدا کی رضامندی۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک بچہ اپنے باپ کے پاس بِلا روک ٹوک آتا اور اپنی ضرُورت پیش کرتا ہے۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ خُدا کے پاس آ کر اپنی ضرُورت پیش کریں۔

اور چھٹی آیت کے آخری حِصے میں یعقُوبؔ کہتا ہے، ''شک کرنے والا سمُندر کی لہر کی مانند ہوتا ہے۔۔۔'' اِس آیت میں وہ ہم پر یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ جس طرح سمندر کی لہر ہَوا سے کبھی یہاں اور کبھی وہاں اُچھلتی ہے اُسی طرح شک کرنے والا بھی خُدا کے حضُور اپنی اِلتجا پورے یقین و اعتماد سے پیش

نہیں کرتا، اِسی لِئے ایسی دُعا کا جواب اُسے نہیں ملتا۔ شکی آدمی کو یعقُوبؔ دو دِلا کہتا ہے۔

چھٹا باب

دو دِلا، ادنیٰ بھائی اور دَولتمند مسیحی

(یعقُوب ۱:۷-۱۱)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۷ اور ۸ آیت میں شک کے ساتھ مانگنے والے کی مزید وضاحت کرتے ہُوے کہتا ہے، ''ایسا آدمی یہ نہ سمجھے کہ مُجھے خُداوند سے کُچھ مِلے گا۔ وہ شخص دو دِلا ہے اور اپنی سب باتوں میں بے قیام۔''

''دو دِلا'' ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کبھی اِدھر چل پڑے اور کبھی اُدھر، یعنی اُس کی زندگی کے دو رُخ ہیں، وہ دُنیا کے ساتھ بھی چلنا چاہتا ہے اور خُدا کے ساتھ بھی۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا شخص مستقل مزاج نہیں کیونکہ وہ کبھی دُنیا کے رنگوں میں رنگ جاتا ہے اور کبھی خُدا کی طرف جُھک جاتا ہے۔ اِسی لِئے اُس کی دُعاؤں اور التجاؤں میں کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اُن میں پائداری نہیں ہوتی، اور اِسی لِئے حیرت کی بات نہیں کہ ایسے شخص کو خُدا کی طرف سے کچھ بھی نہیں ملتا۔

یعقُوبؔ کہتا ہے کہ وہ ''۔۔۔اپنی سب باتوں میں بے قیام'' ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ شکی اور دو دِلا شخص صِرف دُعا کرتے ہُوے ہی نہیں بلکہ

اپنے رہنے سہنے اور اُٹھنے بیٹھنے سے بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ بے قیام اور غیر مستقل مزاج ہے۔

نویں آیت میں یعقُوبؔ کہتا ہے، ''ادنیٰ بھائی اپنے اعلےٰ مرتبہ پر فخر کرے'' یعقُوبؔ ادنیٰ بھائی کو ادنیٰ کیوں کہتا ہے؟ اِس سے اگلی آیت یعنی دسویں آیت میں وہ ایسے شخص کی حالت کا ایک دولتمند آدمی کی حالت سے مقابلہ کرتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ مالی کمزوری اور غربت کی وجہ سے ادنیٰ ہے۔

یعقُوبؔ ادنیٰ بھائی کو ''اعلیٰ مرتبہ'' دے کر یہ ثابت کرتا ہے کہ خُدا غریبوں کی عزت کرتا ہے۔ آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لِئے مال و دولت کی ضرُورت نہیں۔ یہ حقیقت یعقُوبؔ ۲ باب اُس کی ۵ آیت سے بالکل عیاں ہو جاتی ہے: ''اَے میرے پیارے بھائیو! سُنو۔ کیا خُدا نے اِس جہان کے غرِیبوں کو اِیمان میں دَولتمند اور اُس بادشاہی کے وارِث ہونے کے لِئے برگزِیدہ نہیں کِیا جس کا اُس نے اپنے محبّت کرنے والوں سے وعدہ کِیا ہے؟'' غریب آدمی خواہ کتنا ہی ادنیٰ کیوں نہ ہو اگر راہِ اِلٰہی پر چلتا ہے تو وہ خُدا کی حمد و ستائش کرنے والے نیک و پارسا بندوں میں شامل ہے۔

نویں آیت میں یعقُوبؔ ادنیٰ بھائی کو کہتا ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ مرتبے پر فخر کرے اور دسویں آیت میں وہ کہتا ہے، ''اور دَولتمند اپنی ادنیٰ حالت پر اِس لِئے کہ گھاس کے پھُول کی طرح جاتا رہے گا۔'' مگر سوال یہ ہے کہ وہ دولتمند جن کا اِس آیت میں ذکر ہے، کیا وہ مسیِحی تھے یا غیر مسیِحی؟ بِلا شبہ یعقُوبؔ اپنے

خط کے پانچویں باب کی پہلی ۶ آیات میں غیر مسیحی دولتمند لوگوں سے مخاطب ہے۔ لیکن جن دولتمندوں کا ذکر دسویں آیت میں کِیا گیا ہے وہ اُن لوگوں سے مختلف ہیں کیونکہ یہ لوگ بھی اُنہی آزمائشوں میں پھنسے ہُوے تھے جن کا سامنا غریب مسیحی کر رہے تھے۔ جیسا کہ بارہویں آیت میں لکھا ہے اگر یہ آزمائش کی برداشت کریں تو خُدا کے ہاں مقبول ہوں گے۔ اِس لِئے صاف ظاہر ہُوا کہ جن دولتمندوں کا ذکر دسویں آیت میں کِیا گیا ہے وہ مسیحی تھے۔

اب آیئے ذرا اِس آیت پر غور کریں کہ دَولتمند اپنی ادنیٰ حالت پر فخر کرے۔ یہ عام بات ہے کہ دولت کے نشے میں اکثر لوگ مغرور اورگھمنڈی بن جاتے ہیں۔ بائبل مُقدس میں امثال کی کتاب ۳۰ باب اُس کی ۸ سے ۹ آیت کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے: ''۔۔۔مُجھ کو نہ کنگال کر نہ دَولتمند۔ میری ضرُورت کے مُطابِق مُجھے روزی دے۔ ایسا نہ ہو کہ مَیں سَیر ہو کر اِنکار کرُوں اور کہُوں خُداوند کون ہے؟''

حقیقی مسیحی جو دولتمند بھی ہے ایسے اِنکار اور گھمنڈ سے بچ جاتا ہے کیونکہ وہ مسیح کی خُوشخبری کے سبب سے دولتمند ہونے کا خطرہ خوب پہچانتا ہے۔ جیسا کہ بائبل مُقدس میں اِستِثنا کی کتاب ۸ باب اُس کی ۱۲ سے ۱۸ آیت میں لکھا ہے، ''ایسا نہ ہو کہ جب تُو کھا کر سَیر ہو اور خُوشنُما گھر بنا کر اُن میں رہنے لگے اور تیرے گائے بَیل کے گلّے اور بھیڑ بکریاں بڑھ جائیں اور تیرے پاس چاندی اور سونا اور مال بکثرت ہو جائے تو تیرے دِل میں غرُور سمائے اور تُو خُداوند اپنے خُدا کو بھُول جائے۔۔۔ اور ایسا نہ ہو کہ تُو اپنے دِل میں کہنے لگے

کہ میری ہی طاقت اور ہاتھ کے زور سے مُجھ کو یہ دَولت نصِیب ہُوئی ہے بلکہ تُو خُداوند اپنے خُدا کو یاد رکھنا کیونکہ وہی تُجھ کو دَولت حاصِل کرنے کی قوُّت اِس لِئے دیتا ہے کہ اپنے اُس عہد کو جس کی قَسم اُس نے تیرے باپ دادا سے کھائی تھی قائم رکھے۔۔۔‘‘

دولتمند مسِیحی کا فرض ہے کہ وہ ہر وقت پاک صحائف سے راہنمائی حاصل کرے جیسا کہ بائبل مُقدّس میں واعِظ کی کتاب میں لکھا ہے، ’’زر دوست روپیہ سے آسُودہ نہ ہو گا اور دَولت کا چاہنے والا اُس کے بڑھنے سے سیَر نہ ہو گا۔ یہ بھی بُطلان ہے۔ جب مال کی فراوانی ہوتی ہے تو اُس کے کھانے والے بھی بہت ہو جاتے ہیں اور اُس کے مالِک کو سِوا اِس کے کہ اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھے اَور کیا فاِئدہ ہے؟ محنتی کی نِیند مِیٹھی ہے خواہ وہ تھوڑا کھائے خواہ بہت، لیکن دَولت کی فراوانی دَولتمند کو سونے نہیں دیتی۔‘‘ (واعِظ ۵:۱۰۔۱۲)

دولتمند مسِیحی کے سامنے مسِیح یِسُوعؔ کا یہ فرمان ہمیشہ رہنا چاہیے: ’’جِسے بہت دِیا گیا ہے اُس سے بہت طلب کِیا جائے گا اور جِسے بہت سونپا گیا ہے اُس سے زیادہ طلب کریںگے۔‘‘ (لُوقا ۱۲:۴۸)

اِن حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ دولتمند مسِیحی کو مغرور و گھمنڈی نہیں، بلکہ حلیم و عاجز ہونا چاہیے۔

ساتواں باب

دَولتمند کا انجام اور آزمائش کا سبب

(یعقُوب ۱:۱۱-۱۴)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۱۱ آیت میں کہتا ہے،
''کیونکہ سُورج نِکلتے ہی سخت دُھوپ پڑتی اور گھاس کو سُکھا دیتی ہے اور اُس کا پھُول گِر جاتا ہے اور اُس کی خُوبصُورتی جاتی رہتی ہے۔ اِسی طرح دَولتمند بھی اپنی راہ پر چلتے چلتے خاک میں مِل جائے گا۔''

پھول اُگانے والی گھاس کی زندگی بہت محدود ہوتی ہے۔ مگر جب اُس پر سخت دھوپ پڑتی ہے تو اُس میں زندگی کے آثار بالکل ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح غریب لوگ بھی زندگی ختم کرنے والے حالات یعنی بھوک پیاس، دُکھ بیماری وغیرہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یعقُوبؔ دولتمندوں کو یاد دلاتے ہُوئے کہتا ہے کہ مال و دولت کے باوجود وہ ایک دِن زندگی سے ہاتھ دھُو بیٹھیں گے۔ روپیہ پیسہ، سونا چاندی اُن کو بچا نہیں سکتے۔ یعقُوبؔ کی اِس نصیحت کو ذہن میں رکھتے ہُوئے دولتمند مسیحی خوب جانتا ہے کہ اُس کی دولت اُس کے لِئے غیرفانی زندگی نہیں خرید سکتی۔ وہ ایُّوبؔ نبی کی کتاب میں لکھی ہُوئی اِس حقیقت سے خوب اچھی طرح آگاہ ہے، ''اِنسان جو عَورت سے پَیدا ہوتا ہے۔ تھوڑے دِنوں کا ہے اور دُکھ سے بھرا ہے۔ وہ پھُول کی طرح نِکلتا اور کاٹ ڈالا جاتا ہے۔

وہ سایہ کی طرح اُڑ جاتا ہے اور ٹھہرتا نہیں۔" (ایُّوب ۱۴:۱-۲) یہی وجہ ہے کہ دولتمند مسیحی ہمیشہ کی زندگی پانے کے لِئے فریب دینے والی دولت پر نہیں بلکہ مسیح پر بھروسہ اور اِیمان رکھتے ہیں۔

"مُبارک وہ شخص ہے جو آزمائش کی برداشت کرتا ہے کیونکہ جب مقبُول ٹھہرا تو زِندگی کا تاج حاصِل کرے گا جس کا خُداوند نے اپنے محبّت کرنے والوں سے وعدہ کِیا ہے۔" (یعقُوب ۱:۱۲) یونانی لفظ جس کا ترجمہ "برداشت کرنا ہے" اُس کا مطلب کِسی بھی حملے کا بہادری اور جوانمردی سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہُوا کہ آزمایا جانے والا شخص مُبارک نہیں بلکہ مُبارک وہ شخص ہے جو آزمائش میں ثابت قدم رہے، اور ہر مصیبت و تکلیف کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ ایسے شخص کے بارے میں بائبل مُقدس کہتی ہے کہ وہ "۔۔۔مصیبت میں صابر۔۔۔" رہے (رومیوں ۱۲:۱۲)۔

"جب مقبُول ٹھہرا" شیطان ہمارے لِئے قدم قدم پر آزمائش پیدا کرتا ہے تا کہ ہم ہلاک ہوں، مگر خُدا آزمائش ہونے دیتا ہے تا کہ ہمارے اِیمان کی پختگی کو جانچے۔ اور جب ہم اِیمان میں پختہ رہ کر خُدا کے سامنے مقبول ٹھہرتے ہیں تو آزمائش بھی اپنا دم توڑ دیتی ہے۔ پَولُسؔ رسُول اِس بارے میں صاف کہتا ہے، "تُم کِسی ایسی آزمائش میں نہیں پڑے جو اِنسان کی برداشت سے باہر ہو اور خُدا سچا ہے۔ وہ تُم کو تُمہاری طاقت سے زیادہ آزمائش میں نہ پڑنے دے گا بلکہ آزمائش کے ساتھ نِکلنے کی راہ بھی پَیدا کر دے گا تا کہ تُم برداشت کر سکو۔" (۱-کُرِنتھِیوں ۱۰:۱۳)

''زندگی کا تاج حاصل کرے گا'' کیا یعقُوبؔ اِس آیت میں ابدی زندگی کے تاج کی بات کر رہا ہے یا اُس سے بھی کہیں زیادہ؟ یِسُوعؔ مسیح نے فرمایا، ''۔۔۔مَیں اِس لِئے آیا کہ وہ زِندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔'' (یُوحنّا ۱۰:۱۰) یعقُوبؔ ہمیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ جب ہم آزمائش برداشت کر کے خُدا کے سامنے مقبول ٹھہرتے ہیں تو ہماری زندگی زیادہ بامقصد اور بامعنی ہو جاتی ہے۔

یعقُوبؔ ۱:۱۳ میں لکھا ہے، ''جب کوئی آزمایا جائے تو یہ نہ کہے کہ میری آزمائش خُدا کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ نہ تو خُدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کِسی کو آزماتا ہے۔'' آزمائش خواہ تنگی یا دُکھ بیماری کی صورت میں ہو یا خواہ وہ ہمیں بدی کی طرف کھینچ رہی ہو، آزمائش خُدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔ آزمائش اندرونی ہو یا بیرونی شیطان کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ اِسی لِئے شیطان کو ''آزمانے والا'' بھی کہتے ہیں۔ خُدا خود کِسی کو آزمائش میں نہیں پھنساتا بلکہ اِس کے برعکس وہ شیطان کی پیدا کردہ آزمائش کو ہماری بہتری اور بھلائی کے لِئے اِستعمال کرتا ہے تا کہ ہم کاملیت کی طرف قدم بڑھائیں۔ وہ قوم جو شیطان کی راہ پر چل کر خُدا کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوتی ہے، خُدا اُس کے تمام منصوبوں اور مشوروں کو خاک میں مِلا دیتا ہے۔ جیسا کہ پاک کلام میں لکھا ہے، ''خُداوند کی مصلحت ابد تک قائم رہے گی۔ اور اُس کے دِل کے خیال نسل در نسل۔'' (زبُور ۳۳:۱۱)

یعقوبؔ آیت ۱۳ کے آخری حصے میں کہتا ہے، ''۔۔۔نہ تو خُدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کِسی کو آزماتا ہے۔'' ہم جانتے ہیں کہ یِسُوعؔ مسیح اپنی پیدائش سے پہلے ہی یعنی ابد سے خُدا کا کلمہ تھا۔ اور جب تک وہ خُدا کا کلام تھا وہ ہرگز آزمایا نہیں جا سکتا تھا۔ اِس لِئے ضرُوری تھا کہ وہ مُجسّم ہو۔ اُس کا مُجسّم ہونا اِس لِئے بھی ضرُوری تھا کہ وہ ہمارا سردار کاہن بن سکے۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''۔۔۔ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے بلکہ وہ سب باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تَو بھی بے گُناہ رہا۔'' (عِبرانیوں ۱۵:۴)

یعقوبؔ ۱:۱۴ میں لکھا ہے، ''ہاں! ہر شخص اپنی ہی خواہشوں میں کِھنچ کر اور پھنس کر آزمایا جاتا ہے۔'' وہ یونانی لفظ جس کا ترجمہ ''خواہش'' کِیا گیا ہے، اُس کا مطلب آرزو یا تمنا ہے۔ اور آرزو یا خواہش بُری بھی ہو سکتی ہے اور اچھی بھی۔ اگر ہماری نظر صِرف بدی ہی پر لگی ہو تو یہ بُری خواہش ہمیں گُناہ کی طرف کِھنچ لے جائے گی۔

یعقوبؔ کہتا ہے ''۔۔۔پھنس کر آزمایا جاتا ہے۔'' جس یونانی لفظ سے ''پھنس کر'' ترجمہ کِیا گیا ہے اُس کا مطلب پنجرے یا جال میں پھنسنا ہے۔ لیکن اِس آیت میں یعقوبؔ کا اِشارہ جال یا پنجرے میں پھنسنے کی طرف نہیں بلکہ گُناہ کے جال میں پھنسنے سے ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی سوچ اور دِل و دماغ کو ہر گندے خیال سے پاک صاف رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ پاک صحائف میں لکھا ہے، ''۔۔۔جتنی باتیں سچ ہیں اور جتنی باتیں شرافت کی ہیں اور

جِتنی باتیں واجِب ہیں اور جِتنی باتیں پاک ہیں اور جِتنی باتیں پسندیدہ ہیں اور جِتنی باتیں دلکش ہیں غرض جو نیکی اور تعرِیف کی باتیں ہیں اُن پر غَور کِیا کرو۔“ (فِلپّیوں ۴:۸)

آٹھواں باب

دو قِسم کی پَیدائش

(یعقُوب ۱:۱۵۔۱۸)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۱۵ آیت میں لکھتا ہے، ’’پھر خواہِش حامِلہ ہو کر گُناہ کو جنتی ہے اور گُناہ جب بڑھ چُکا تو موت پَیدا کرتا ہے۔‘‘ اِس آیت کے تمثیلی بیان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بُری خواہش سب سے پہلے ہماری قوتِ ارادی اور سوچ سمجھ میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ وہ یہ کام بالکل اُسی طرح کرتی ہے جس طرح کوئی بدکار عَورت کِسی بے سمجھ اور نادان آدمی کو بڑی چالاکی سے اپنے جال میں پھنساتی ہے۔ اِس ناجائز تعلق سے بُری خواہش حاملہ ہوتی ہے جس سے گُناہ پیدا ہوتا ہے۔ اور جب گُناہ بڑھ چُکا تو موت جنم لیتی ہے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۱۶ آیت میں لکھتا ہے، ’’اَے میرے پیارے بھائیو! فریب نہ کھانا۔ ہر اچھی بخشِش اور ہر کامِل اِنعام اُوپر سے ہے اور نُوروں کے باپ کی طرف سے مِلتا ہے جس میں نہ کوئی تبدِیلی ہوسکتی ہے اور نہ گردِش کے سبب سے اُس پر سایہ پڑتا ہے۔‘‘ سوال یہ ہے کہ یعقُوبؔ کیوں اپنے بھائیوں کو مشورہ دیتا ہے کہ ’’فریب نہ کھانا‘‘؟ جب یعقُوبؔ نے اپنا یہ اِلہامی خط لکھا، اُس وقت کچھ لوگ دو خُداؤں کو مانتے تھے۔ ایک

بدی پیدا کرتا تھا اور دُوسرا نیکی۔ یعقُوبؔ ہمیں بڑی صفائی سے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ ایسی تعلیم اور ایسا عقیدہ بالکل فریب ہے۔ دو خُداؤں پر اِیمان سراسر غلط ہے۔ خُدا ایک، یعنی واحد ہے اور وہ کبھی بدی پیدا نہیں کرتا بلکہ وہ ہر اچھی اور کامل بخشش انعام کے طور پر بنی نوع انسان کو دیتا ہے۔

اِس آیت میں یعقُوبؔ خُدائے واحد کو ''نُوروں کا باپ'' کہتا ہے۔ نُور سے راستبازی مُراد ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ راستبازی کا باپ ہے۔ خُدا کی ذات لاتبدیل ہے، اُس میں کوئی گردِش نہیں، وہ سورج سے کہیں زیادہ پائدار اور مستحکم ہے۔ سورج تو گردش کے سبب سایہ پیدا کرتا ہے۔ اِس بیان کی روشنی میں آج اگر ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں تو حقیقت سامنے آ جائے گی کہ ہم بھی جب کِسی مصیبت یا تکلیف میں پھنس جاتے ہیں تو فوراً بغیر سوچ سمجھے خُدا کو ہر بات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں حالانکہ خُدا ہمیں دُکھ یا عذاب میں نہیں پھنساتا بلکہ شیطان یہ مکروہ حرکت کرتا ہے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۱۸ آیت میں لکھتا ہے، ''اُس نے اپنی مرضی سے ہمیں کلامِ حق کے وسیلے سے پَیدا کِیا تا کہ اُس کی مخلُوقات میں سے ہم ایک طرح کے پہلے پھل ہوں۔'' پہلے باب کی ۱۸ سے ۲۷ آیت تک یعقُوبؔ ہمیں بتاتا ہے کہ کلامِ حق کِس طرح قبول کرنا چاہیے۔ وہ ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ خُدائے قادرِ مطلق نے ہمارے لِئے کتنے عظیم کام کِئے ہیں۔ اُس نے ہمیں ''اپنی مرضی سے کلامِ حق کے وسیلے سے پیدا کِیا۔'' اِس کا مطلب ہماری جسمانی پیدائش نہیں بلکہ رُوحانی پیدائش ہے۔

یونانی لفظ جس کا ترجمہ ''مرضی سے'' کِیا گیا ہے، اِس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ خُدا اپنی خواہش کو اپنی اِلٰہی طاقت سے پورا کر سکتا ہے۔ جب خُدا ایسا کرتا ہے تو کوئی اُس کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ وہ جو چاہتا اور جیسے چاہتا کرتا ہے۔ دُوسرا مطلب یہ کہ کبھی خُدا اپنی خواہش ظاہر کرتا ہے لیکن اپنی اِلٰہی طاقت سے اُس خواہش کو پورا نہیں کرتا۔ پطرسؔ رسُول نے اِس بارے میں کیا خوب کہا ہے کہ خُدا ''۔۔۔کِسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توَبہ تک نَوبت پُہنچے۔'' (۲۔پطرس ۹:۳)

جیسا کہ اِس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خُدا نہیں چاہتا کہ کوئی ہلاک ہو مگر پھر بھی وہ کِسی کو اپنی اِلٰہی قدرت سے مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرُور نجات پائے، کیونکہ اُس نے ہمیں اپنی مرضی سے نیک اور بد راستہ چُننے کی آزادی دے رکھی ہے۔ یعقُوبؔ کی اٹھارہ آیت بھی یہی حقیقت بیان کرتی ہے کہ خُدا نے ہمیں ''اپنی مرضی سے کلامِ حق کے وسیلے سے پیدا کِیا۔'' وہ نجات کے اِس انتظام میں ہم سب کو شامل کرنا چاہتا ہے مگر آخری فیصلہ کرنے کا اختیار اُس نے ہمیں دے رکھا ہے۔ اور وہ رُوحانی اصُول جس پر خُدا نے نجات کا یہ انتظام ہمارے لِئے تیار کِیا ہے، اُس کا ذکر اِنجیلِ مُقدس میں یوں ہے، ''۔۔۔جو پیاسا ہو وہ آئے اور جو کوئی چاہے آبِ حیات مُفت لے۔'' (مُکاشفہ ۱۷:۲۲)

یعقُوبؔ کہتا ہے کہ خُدا نے ہمیں ''کلامِ حق کے وسیلے سے پیدا کِیا۔'' وہ یونانی لفظ جس کا ترجمہ ''پیدا کِیا'' ہے، ایک طبی لفظ ہے۔ عَورت کے بچہ جننے کے موقع پر یہ لفظ اِستعمال کِیا جاتا تھا۔ لیکن اٹھارویں آیت میں یہ لفظ

رُوحانی معنوں میں اِستعمال ہُوا ہے۔ اور اگر ہم اِس آیت کا اِنجیلِ مُقدس کی کِسی اَور آیت سے مقابلہ کریں جہاں یہ لفظ اِستعمال ہُوا ہے تو مطلب صاف واضح ہو جائے گا۔ پطرس کا پہلا عام خط، پہلا باب اور اُس کی ۲۳ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔تُم فانی تُخم سے نہیں بلکہ غَیرفانی سے خُدا کے کلام کے وسِیلے سے جو زِندہ اور قائم ہے نئے سِرے سے پَیدا ہُوئے ہو۔'' یہ وہی پیدائش ہے جس کا ذکر یسُوعؔ مسیح نے یہُودیوں کے سردار نیکُدیمُسؔ سے کچھ اِس طرح کِیا، ''۔۔۔جب تک کوئی آدمی پانی اور رُوح سے پَیدا نہ ہو وہ خُدا کی بادشاہی میں داخِل نہیں ہوسکتا۔'' (یُوحنّا ۵:۳)

جب یعقُوبؔ کہتا ہے کہ ''کلامِ حق کے وسِیلے سے'' تو وہ ہمیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ خُدا کا کلام وہ رُوحانی تخم ہے جس کی طاقت اور وسیلے سے رُوحانی پیدائش ہوسکتی ہے۔ پطرسؔ رسُول بھی یہی کہتا ہے کہ کلامِ حق غیرفانی تخم ہے جو زندہ اور قائم ہے اور جس سے ہم نئے سِرے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

اور اٹھارویں آیت کے آخری حصے میں یعقُوبؔ کہتا ہے، ''۔۔۔اُس کی مخلُوقات میں سے ہم ایک طرح کے پہلے پھل ہوں۔'' مسیح کی کلیسیا کے قائم ہونے کے بعد تقریباً بارہ سال تک وہ سب لوگ جو اِس میں شامل ہُوئے یہُودی تھے۔ اعمال کی کتاب کے دسویں باب میں پہلے غیر یہُودی شخص کا ذکر ہے جو کلیسیا میں شامل ہُوا۔ وہ یہُودی لوگ جو پہلے کلیسیا میں داخل ہُوئے پہلے پھل کہلاتے ہیں۔ اِسی لِئے پَولُسؔ رسُول نے رومی مسیحیوں سے کہا، ''۔۔۔مَیں

اِنجیل سے شرماتا نہیں۔ اِس لِئے کہ وہ ہر ایک اِیمان لانے والے کے واسطے پہلے یہُودی پھر یوُنانی کے واسطے نجات کے لِئے خُدا کی قُدرت ہے۔" (رومِیوں ۱۶:۱)

نواں باب

سُننے میں تیز

(یعقُوب ۱:۱۹۔۲۰)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی اُنیس آیت میں لکھتا ہے، ''اَے میرے پیارے بھائیو! یہ بات تُم جانتے ہو۔ پس ہر آدمی سُننے میں تیز اور بولنے میں دِھیرا اور قہر میں دِھیما ہو۔'' جب یعقُوبؔ کہتا ہے کہ ''یہ بات تُم جانتے ہو'' تو وہ آیت اٹھارہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں وہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ یہُودی مسِیحی لوگ کلامِ حق کے وسیلے سے پیدا کِئے گئے ہیں۔ یعقُوبؔ اُن کو پیارے بھائی کہتا ہے کیونکہ جو کوئی خُدا سے از سَرِ نو پیدا ہوتا ہے، اُن سب سے جو نئی پیدائش کا تجربہ رکھتے ہیں اِسی طرح محبّت رکھتا ہے۔ یُوحنّاؔ رسُول کہتا ہے، ''جس کا یہ اِیمان ہے کہ یِسُوعؔ ہی مسیح ہے وہ خُدا سے پَیدا ہُوا ہے اور جو کوئی والِد سے محبّت رکھتا ہے وہ اُس کی اَولاد سے بھی محبّت رکھتا ہے۔'' (۱۔یُوحنّا ۵:۱)

خُدا نے اپنے زندہ کلام کے وسیلے اُن لوگوں کو نئی زندگی بخشی لیکن اِس سے کہیں زیادہ وہ اپنے کلام کی بدولت ایک وسیع تر کام کرنا چاہتا ہے۔ اِس واسطے ہر آدمی کو خُدا کا کلام ''سُننے میں تیز'' ہونا چاہیے۔ وہ یونانی لفظ جس سے ''تیز'' ترجمہ کِیا گیا ہے اُسی لفظ کا ترجمہ اِنجیلِ مُقدس میں ''جلد'' بھی کِیا گیا۔

اِن دونوں لفظوں، یعنی تیز یا جلد کے اِستعمال سے ہم خوب اچھی طرح سے جان سکتے ہیں کہ کلامِ پاک سُننے کو کتنی اہمیت دی گئی ہے۔ اِس اہمیت کا اندازہ ہم عِبرانیوں کے نام خط کی اِس آیت سے لگا سکتے ہیں: "۔۔۔جو باتیں ہم نے سُنیں اُن پر اَور بھی دِل لگا کر غور کرنا چاہیے۔۔۔" (عِبرانیوں ۲:۱)

جب یعقوبؑ کہتا ہے "بولنے میں دِھیرا" ہونا چاہیے تو یعقوبؑ رُوحانی اُستاد کی قابلیت اور حکمت پر زور دیتا ہے جس کا ذکر اُس نے اپنے خط کے تیسرے باب میں کِیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کِسی کو نصیحت و ہدایت کرنے سے پہلے رُوحانی اُستاد بڑی حلیمی سے سُنے اور سیکھے۔ یہ ہدایت صِرف رُوحانی اُستاد ہی کے لِئے نہیں بلکہ ہم میں سے ہر کِسی کو بولنے میں دھیرا ہونا چاہیے۔ اِسی لِئے حضرت سُلیمانؑ ہمیں پاک کلام میں یہ ہدایت کرتا ہے، "بولنے میں جلد بازی نہ کر اور تیرا دِل جلد بازی سے خُدا کے حضُور کُچھ نہ کہے کیونکہ خُدا آسمان پر ہے اور تُو زمین پر، اِس لِئے تیری باتیں مُختصر ہوں۔" (واعِظ ۵:۲) امثال کی کتاب میں بھی وہ ہمیں اِسی طرح نصیحت کرتا ہے، "کلام کی کثرت خطا سے خالی نہیں لیکن ہونٹوں کو قابُو رکھنے والا دانا ہے۔" (امثال ۱۰:۱۹)

اُنیسویں آیت کے آخری حِصے میں یعقوبؑ کہتا ہے، "ہر آدمی۔۔۔ قہر میں دِھیما ہو۔" جب ہم کلامِ اِلٰہی سُنتے ہیں تو ہمیں اپنے گُناہوں اور کمزوریوں کا پتہ چلتا ہے اور ہم گُناہگار ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی کلامِ پاک سُن کر ہم شرمندگی اور ندامت محسوس کرتے ہیں۔ اُس وقت ہمیں ناراضگی

اور غصے کا اظہار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے طرزِ زندگی میں پاک کلام کے مطابق تبدیلی لانا چاہیے تا کہ خُدا کی مرضی پوری ہو۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی بیس آیت میں لکھتا ہے، ''کیونکہ اِنسان کا قہر خُدا کی راستبازی کا کام نہیں کرتا۔'' یہ چھوٹی سی آیت اُس تمثیل کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مسیح یسُوعؔ نے متّیؔ کی اِنجیل میں بیان کی: ''۔۔۔آسمان کی بادشاہی اُس آدمی کی مانِند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچّھا بیج بُویا۔ مگر لوگوں کے سوتے میں اُس کا دُشمن آیا اور گیہُوں میں کڑوے دانے بھی بُو گیا۔ پس جب پتّیاں نِکلیں اور بالیں آئیں تو کڑوے دانے بھی دِکھائی دِیئے۔ نوکروں نے آ کر گھر کے مالِک سے کہا، اَے خُداوند کیا تُو نے اپنے کھیت میں اچّھا بیج نہ بُویا تھا؟ اُس میں کڑوے دانے کہاں سے آ گئے؟ اُس نے اُن سے کہا یہ کِسی دُشمن کا کام ہے۔ نوکروں نے اُس سے کہا تو کیا تُو چاہتا ہے کہ ہم جا کر اُن کو جمع کریں؟ اُس نے کہا نہیں، ایسا نہ ہو کہ کڑوے دانے جمع کرنے میں تُم اُن کے ساتھ گیہُوں بھی اُکھاڑ لو۔ کٹائی تک دونوں کو اِکٹّھا بڑھنے دو اور کٹائی کے وقت مَیں کاٹنے والوں سے کہہ دُوں گا کہ پہلے کڑوے دانے جمع کر لو اور جلانے کے لِئے اُن کے گٹھے باندھ لو اور گیہُوں میرے کھتّے میں جمع کر دو۔'' (متّی ۱۳: ۲۴۔۳۰)

اِس تمثیل میں دُشمن شیطان کو ظاہر کرتا ہے، کھیت دُنیا کو، کاٹنے والے خُدا کے فرشتوں کو، کٹائی روزِ عدالت کو، گیہُوں مسیح کے بندوں کو، اور کڑوے دانے شیطان کے پیروکاروں کو ظاہر کرتے ہیں۔ مسیح اپنے شاگردوں کو حکم دیتے

ہُوئے کہتا ہے کہ کڑوے دانوں کو ابھی اکھاڑا نہ جائے۔ وہ کہتا ہے کہ ''مَیں کاٹنے والوں سے کہہ دُوں گا کہ پہلے کڑوے دانے جمع کر لو اور جلانے کے لِئے اُن کے گٹھے باندھ لو۔'' اِس سے صاف ظاہر ہُوا کہ خُدا نے آخری عدالت کرنے کا سارا کام مسِیح کو سُونپ دیا ہے۔ یُوحنّاؔ رسُول کی اِنجیل میں لکھا ہے، ''۔۔۔باپ (یعنی خُدا) کِسی کی عدالت بھی نہیں کرتا بلکہ اُس نے عدالت کا سارا کام بیٹے (یعنی مسِیح) کے سپرد کِیا ہے تا کہ سب لوگ بیٹے کی عِزّت کریں جس طرح باپ کی عِزّت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عِزّت نہیں کرتا وہ باپ کی جس نے اُسے بھیجا عِزّت نہیں کرتا۔'' (یُوحنّا ۵:۲۲۔۲۳) لہٰذا اگر مسِیح منصف کے تخت پر بیٹھ کر ہماری عدالت کرے گا تو ہمارا فرض ہے کہ مسِیح کے زندہ کلام کی مکمل تابعداری اور عِزّت کر کے اپنی زندگی بداعمال سے پاک کر لیں تا کہ عدالت کے دِن شرمندہ نہ ہوں۔

دسواں باب

کلام کو سُننے اور اُس پر عمل کرنے والا

(یعقُوب ۱:۲۱۔۲۴)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۲۱ آیت میں لکھتا ہے، ''اِس لِئے ساری نجاست اور بدی کے فُضلہ کو دُور کر کے اُس کلام کو حلِیمی سے قبُول کر لو جو دِل میں بُویا گیا اور تُمہاری رُوحوں کو نجات دے سکتا ہے۔'' جس طرح اِنسان کو قہر کرنے سے منع کِیا گیا ہے اُسی طرح مسیح کے پیروکاروں کو نجاست اور بدی سے بھی منع کِیا گیا ہے۔ صاف لکھا ہے کہ ہم ساری نجاست اور بدی کے فُضلے کو اپنے اندر سے دُور کریں۔ اِس کا یہ مطلب ہُوا کہ ہر بُرے کام سے ہمیں پرہیز کرنا چاہیے۔ وہ یونانی لفظ جس سے ''دُور'' ترجمہ کِیا گیا ہے، اُس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم میلے کُچیلے کپڑے اُتار کر پھینک دیتے ہیں اُسی طرح ہمیں نجاست اور بدی کے فُضلے کو بھی اپنے سے دُور پھینکنا ہے۔

یعقُوبؔ کہتا ہے، ''اُس کلام کو حلِیمی سے قبُول کر لو''۔ ہر زمانے میں خُدا صِرف حلیموں کو اپنی راہ دِکھاتا ہے۔ جیسا کہ داؤدؔ نبی نے ۲۵ زبُور میں کہا، ''وہ حلِیموں کو اِنصاف کی ہِدایت کرے گا۔ ہاں وہ حلِیموں کو اپنی راہ بتائے گا۔'' (زبُور ۲۵:۹) یہ اصُول اُس ہدایت کے مطابق ہے جو خُدا نے یسعیاہؔ نبی کی معرفت دی: ''۔۔۔جس کا نام قدُّوس ہے یُوں فرماتا ہے کہ مَیں بلند اور

مُقدس مقام میں رہتا ہُوں اور اُس کے ساتھ بھی جو شِکستہ دِل اور فروتن ہے تا کہ فروتنوں کی رُوح کو زِندہ کرُوں اور شِکستہ دِلوں کو حیات بخشُوں۔" (یسعیاہ ۱۵:۵۷)

"جو دِل میں بُویا گیا" یہاں یعقُوبؔ ہمیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ کلام جو ہمارے دِل میں بُویا گیا، دو طرف اِشارہ کرتا ہے۔ پہلا یہ کہ خُدا ہر اِنسان کے دِل کے اندر پیدائشی طور پر اپنا کلام رکھتا ہے۔ پَولُسؔ رسُول، رومِیوں کے نام خط میں کہتا ہے، "۔۔۔جب وہ قومیں جو شرِیعت نہیں رکھتیں اپنی طبیعت سے شرِیعت کے کام کرتی ہیں تو باوجُود شرِیعت نہ رکھنے کے وہ اپنے لِئے خُود ایک شرِیعت ہیں۔ چُنانچہ وہ شرِیعت کی باتیں اپنے دِلوں پر لِکھی ہُوئی دِکھاتی ہیں اور اُن کا دِل بھی اُن باتوں کی گواہی دیتا ہے اور اُن کے باہمی خیالات یا تو اُن پر اِلزام لگاتے ہیں یا اُن کو معذُور رکھتے ہیں۔" (رومِیوں ۲:۱۴-۱۵)

دُوسرا اِس سے بھی بڑھ کر جب خُدا کا کلام کِسی کو سُنایا جائے اور اُس کے دِل پر اثر کرے۔ یِسُوعؔ مسیح نے اپنی ایک تمثِیل میں اِس کی یوں وضاحت کی ہے: "۔۔۔ایک بونے والا بیج بونے نِکلا اور بوتے وقت کُچھ دانے راہ کے کنارے گِرے اور پرِندوں نے آ کر اُنہیں چُگ لِیا۔ اور کُچھ پتھریلی زمین پر گِرے جہاں اُن کو بہت مٹّی نہ مِلی اور گہری مٹّی نہ مِلنے کے سبب سے جلد اُگ آئے۔ اور جب سُورج نِکلا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سُوکھ گئے۔ اور کُچھ جھاڑِیوں میں گِرے اور جھاڑِیوں نے بڑھ کر اُن کو دبا لِیا۔ اور کُچھ اچھی

زمین میں گرے اور پھل لائے، کُچھ سَو گُنا، کُچھ ساٹھ گُنا، کُچھ تِیس گُنا۔'' (متّی ۱۳: ۳-۸)

مسیح یسُوعؔ نے بعد میں اِس تمثیل کا مطلب سمجھاتے ہُوئے کہا، ''جب کوئی بادشاہی کا کلام سُنتا ہے اور سمجھتا نہیں تو جو اُس کے دِل میں بُویا گیا تھا اُسے وہ شرِیر آ کر چھین لے جاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو راہ کے کنارے بویا گیا تھا۔ اور جو پتھریلی زمین میں بُویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سُنتا ہے اور اُسے فی الفور خُوشی سے قبُول کر لیتا ہے۔ لیکن اپنے اندر جڑ نہیں رکھتا بلکہ چند روزہ ہے اور جب کلام کے سبب سے مصِیبت یا ظُلم برپا ہوتا ہے تو فی الفور ٹھوکر کھاتا ہے۔ اور جو جھاڑِیوں میں بُویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سُنتا ہے اور دُنیا کی فِکر اور دَولت کا فریب اُس کلام کو دبا دیتا ہے اور وہ بے پھل رہ جاتا ہے۔ اور جو اچھی زمین میں بُویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سُنتا اور سمجھتا ہے اور پھل بھی لاتا ہے۔ کوئی سَو گُنا پھلتا ہے کوئی ساٹھ گُنا کوئی تِیس گُنا۔'' (متّی ۱۳: ۱۹-۲۳)

اور اکیسویں آیت کے آخری حِصے میں یعقُوبؔ خُدا کے کلام کے بارے میں کہتا ہے، ''۔۔۔تُمہاری رُوحوں کو نجات دے سکتا ہے۔'' یرمِیاہؔ نبی نے اِس سلسلے میں کیا خوب فرمایا، ''اَے خُداوند! مَیں جانتا ہُوں کہ اِنسان کی راہ اُس کے اِختیار میں نہیں۔ اِنسان اپنی روِش میں اپنے قدموں کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔'' (یرمِیاہ ۱۰: ۲۳) اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر اِنسان کو نجات پانے کے لِئے خُدا کا کلام سُننا چاہیے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۲۲ آیت میں لکھتا ہے، ''لیکن کلام پر عمل کرنے والے بنو نہ محض سُننے والے جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔'' خُدا کا کلام ہمیں ابدی نجات کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور اگر ہم اِلٰہی ہدایت کے مطابق عمل نہ کریں تو ممکن ہے کہ غلط فہمی میں پڑ جائیں کہ ہم خطا سے بالکل پاک ہیں۔ لیکن ہمیں کبھی بُھولنا نہیں چاہیے کہ ہم سب گُناہگار ہیں، سب نے گُناہ کِیا ہے۔ اور شائد ہم اِس لِئے بھی خُدا کے کلام پر عمل نہ کریں کیونکہ ہم اکثر دُوسروں کی ضرُورت اور حاجتمندی پر توجہ نہیں دیتے۔ یُوحنّاؔ رسُول اِس سلسلے میں فرماتا ہے، ''جس کِسی کے پاس دُنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو مُحتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خُدا کی محبّت کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟'' (۱-یُوحنّا ۳:۱۷)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۲۳ اور ۲۴ آیت میں لکھتا ہے، ''کیونکہ جو کوئی کلام کا سُننے والا ہو اور اُس پر عمل کرنے والا نہ ہو وہ اُس شخص کی مانِند ہے جو اپنی قُدرتی صُورت آئینہ میں دیکھتا ہے۔ اِس لِئے کہ وہ اپنے آپ کو دیکھ کر چلا جاتا اور فوراً بُھول جاتا ہے کہ مَیں کیسا تھا۔''

''قُدرتی صُورت'' جس طرح ہماری قدرتی صورت ہے، اُسی طرح ہماری رُوحانی صُورت بھی ہے جس میں تبدیلی کی سخت ضرُورت ہے۔ رُوحانی تبدیلی صِرف اور صِرف خُدا کے کلام پر عمل کرنے سے پیدا ہوسکتی ہے۔

لفظ ''آئِینہ'' خُدا کے کلام کے لِئے تشبیہاً اِستعمال ہُوا ہے۔ کلامِ اِلٰہی کو آئِینہ سے تشبیہ دینا بالکل مناسب ہے کیونکہ کلام کی مدد سے ہم اپنی رُوحانی حالت دیکھ سکتے ہیں۔

''فوراً بُھول جاتا ہے'' جب ہم اپنی اصلی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو شرمندگی کے باعث پسند نہیں کرتے اور اِسی لِئے فوراً بھول جاتے ہیں۔ اپنی اصلی حالت پر نظر کر کے ہمیں بُھول نہیں جانا چاہیے بلکہ سوچنا چاہیے کہ ہم کِس طرح گِری ہُوئی رُوحانی حالت کو بدل کر گُناہ اور موت کی سزا سے بچ سکتے ہیں۔

گیارھواں باب

کامِل شرِیعت اور حقیقی دِینداری

(یعقُوب ۱:۲۵-۲:۱)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۲۵ آیت میں لکھتا ہے، ”لیکن جو شخص آزادی کی کامِل شرِیعت پر غور سے نظر کرتا رہتا ہے وہ اپنے کام میں اِس لِئے برکت پائے گا کہ سُن کر بُھولتا نہیں بلکہ عمل کرتا ہے۔“

”آزادی کی کامِل شرِیعت“ مُوسیٰؔ کی شرِیعت کی طرف نہیں بلکہ مسیح کی خُوشخبری کی طرف اشارہ ہے۔ یعقُوبؔ اپنے خط کے دُوسرے باب میں صاف واضح کرتا ہے کہ مُوسیٰؔ کی شرِیعت سے رُوحانی آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ لکھا ہے، ”۔۔۔جس نے ساری شرِیعت پر عمل کِیا اور ایک ہی بات میں خطا کی وہ سب باتوں میں قصُوروار ٹھہرا۔“ (یعقُوب ۲:۱۰) اِس کے برعکس مسیح کی خُوشخبری ”آزادی کی شرِیعت“ کہلاتی ہے کیونکہ اِس کے وسیلے ہم اپنے گُناہوں سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ پَولُسؔ رسُول اِس بارے میں کہتا ہے، ”۔۔۔خُدا کا شُکر ہے کہ اگرچہ تُم گُناہ کے غُلام تھے تَو بھی دِل سے اُس تعلِیم کے فرمانبردار ہو گئے جس کے سانچے میں تُم ڈھالے گئے تھے۔ اور گُناہ سے آزاد ہو کر راستبازی کے غُلام ہو گئے۔“ (رومِیوں ۶:۱۷-۱۸) مُوسیٰؔ کی شرِیعت” گُناہ اور موت کی

شرِیعت" کہلاتی ہے (رومیوں ۸:۲)۔ وہ ہمیں گُناہگار ٹھہراتی ہے اور موت کی سزا دیتی ہے۔ لیکن مسیح کی خُوشخبری ہمیں ہمیشہ کی زندگی بخشتی ہے۔

"غور سے نظر کرتا رہتا ہے" یعقُوبؔ ہمیں اِس آیت میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ اگر ہم پوری توجہ سے کلامِ پاک کا مطالعہ کریں تو اِس کا مطلب آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارے لِئے بہت ضرُوری ہے کہ زیادہ سے زیادہ کلامِ مُقدس کو پڑھیں، اور محض سُننے والے نہیں بلکہ عمل کرنے والے بھی بنیں۔ اعمال کی کتاب میں بیرِیہؔ شہر میں رہنے والوں کے لِئے لکھا ہے کہ وہ بالکل اِسی طرح کلامِ پاک کا مطالعہ کِیا کرتے تھے۔ "یہ لوگ تھِسلُنیکےؔ کے یہُودیوں سے نیک ذات تھے کیونکہ اُنہوں نے بڑے شَوق سے کلام کو قبُول کِیا اور روز بروز کِتابِ مُقدس میں تحقِیق کرتے تھے۔۔۔" (اعمال ۱۷:۱۱)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۲۶ آیت میں لکھتا ہے، "اگر کوئی اپنے آپ کو دِیندار سمجھے اور اپنی زبان کو لگام نہ دے بلکہ اپنے دِل کو دھوکا دے تو اُس کی دِینداری باطِل ہے۔" اگر کوئی حقیقی طور پر دیندار ہو تو اُس میں دینداری کا پھل ضرُور نظر آئے گا۔ حقیقی دینداری کا ایک بیش قیمت پھل ضبطِ نفس ہے جس سے وہ اپنی زبان قابُو میں رکھ سکتا ہے۔ یعقُوبؔ اپنے خط کے تیسرے باب میں زبان کو لگام دینے کا مطلب بڑی وضاحت سے سمجھاتا ہے۔ "۔۔۔زبان کو کوئی آدمی قابُو میں نہیں کر سکتا۔ وہ ایک بَلا ہے جو کبھی رُکتی ہی نہیں۔ زہرِ قاتِل سے بھری ہُوئی ہے۔ اِسی سے ہم خُداوند اور باپ کی حمد کرتے ہیں اور اِسی سے آدمیوں کو جو خُدا کی صُورت پر پَیدا ہُوئے ہیں بد دُعا

دیتے ہیں۔'' (یعقُوب ۳:۸-۹) اگر ہمارے اندر حقیقی دینداری ہو تو خُدا ہمیں زبان کو لگام دینے کی طاقت و قوت بخشے گا۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے پہلے باب کی ۲۷ آیت میں لکھتا ہے، ''ہمارے خُدا اور باپ کے نزدِیک خالِص اور بے عَیب دِینداری یہ ہے کہ یتِیموں اور بیواؤں کی مصِیبت کے وقت اُن کی خبر لیں اور اپنے آپ کو دُنیا سے بیداغ رکھیں۔'' اِس آیت میں دینداری کے دو اَور نشان دکھائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ ہم دُوسروں کی مصیبت میں مدد کرنے والے اور خبر گیری کرنے والے ہوں۔ یتیم اور بیوہ اکثر اِتنے بے بس و لاچار ہوتے ہیں کہ وہ بذاتِ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے۔ ہمیں کبھی نہیں بُھولنا چاہیے کہ جب ہم حاجت مند تھے تو خُدا نے ہماری رُوحانی حاجتمندی کو پورا کِیا لہذا اب ہمارا فرض ہے کہ ہم دُوسروں کی رُوحانی اور جسمانی ضرُورت کو پورا کریں۔ اگر ہم یتیموں اور بیواؤں کی ضرُورت کے وقت خبرگیری نہیں کرتے تو صاف ظاہر ہے کہ ہم خالص اور بے عیب دیندار نہیں ہیں۔ مسیح خُداوند نے متّی کی اِنجیل میں محتاجوں کی خبر لینے کی یوں وضاحت کی ہے، ''۔۔۔مَیں بُھوکا تھا۔ تُم نے مُجھے کھانا کِھلایا۔ مُیں پیاسا تھا۔ تُم نے مُجھے پانی پِلایا۔ مَیں پردیسی تھا۔ تُم نے مُجھے اپنے گھر میں اُتارا۔ ننگا تھا۔ تُم نے مُجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا۔ تُم نے میری خبر لی۔ قَید میں تھا۔ تُم میرے پاس آئے۔'' (متّی ۲۵:۳۵-۳۶)

اور ۲۷ آیت کے آخری حصے میں یعقُوبؔ کہتا ہے، ''۔۔۔اپنے آپ کو دُنیا سے بیداغ رکھیں۔'' حقیقی دینداری کا حقیقی نشان یہ ہے کہ ہم دُنیا میں

پھیلی ہُوی بُرائی اور بدی سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھیں۔ خُدا نے یُوحنّاؔ رسُول کی معرفت دُنیا کی بُرائی کو ہم پر یُوں واضح کِیا ہے، ''۔۔۔جو کُچھ دُنیا میں ہے یعنی جِسم کی خواہِش اور آنکھوں کی خواہِش اور زِندگی کی شیخی وہ باپ (یعنی خُدا) کی طرف سے نہیں بلکہ دُنیا کی طرف سے ہے۔ دُنیا اور اُس کی خواہِش دونوں مِٹتی جاتی ہیں لیکن جو خُدا کی مرضی پر چلتا ہے وہ ابد تک قائم رہے گا۔'' (۱۔یُوحنّا ۲: ۱۶۔۱۷)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی پہلی آیت میں لکھتا ہے، ''اَے میرے بھائیو! ہمارے خُداوند ذُوالجلال یسُوعؔ مسیح کا اِیمان تُم میں طرف داری کے ساتھ نہ ہو۔'' یعقُوبؔ بِلا اِمتیاز سب مسیحیوں کو بھائی کہہ کر مخاطب ہوتا ہے تا کہ ''یسُوعؔ مسیح کا اِیمان تُم میں طرف داری کے ساتھ نہ ہو۔'' بے شک اُن میں کچھ لوگ مالدار تھے، کچھ غریب، کچھ تعلیم یافتہ تھے، کچھ اَن پڑھ، کچھ اعلیٰ طبقے کے تھے اور کچھ نچلے طبقے کے تھے۔ لیکن مسیح میں سب برابر اور آپس میں بھائی تھے۔ اگر طرف داری سے کام نہ لِیا جائے تو کوئی بھی غریب آدمی جو رُوحانی طور پر قابل اور مضبوط ہو وہ دُوسرے بھائیوں کا اُستاد بن سکتا ہے۔ اور اگر طرف داری سے کام نہ لِیا جائے تو کلیسیا میں شامل کِسی بھی مالدار آدمی کے گُناہ کو اُس کی دولت اور اثر و رسُوخ کی بِنا پر نظر انداز نہیں کِیا جا سکتا۔ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ اگر مسیح ہماری جگہ ہوتا تو کیا وہ کلیسیا میں طرف داری سے کام لیتا؟ کیا وہ سونے کی انگوٹھی اور ریشمی پوشاک پہنے ہُوئے شخص کو اعلیٰ

جگہ پیش کرتا؟ اور میلے کُچیلے کپڑے پہنے ہُوئے غریب شخص کو زمین پر کِسی کونے میں بٹھائے رکھتا؟

بارھواں باب

طرف داری

(یعقُوب ۲:۱۔۴)

آیئے ذرا یعقُوبؔ کے اِلہامی خط کے دُوسرے باب کی پہلی آیت پر غور کریں۔ ''۔۔۔ہمارے خُداوند ذُوالجلال یِسُوعؔ مسیح کا اِیمان۔۔۔'' یعقُوبؔ نے اپنے اِلہامی خط کے چند حصے غیر اِیمان والوں کے نام پر لکھے، لیکن یہاں یعقُوبؔ اُن لوگوں سے مخاطب ہے جو نہ صِرف یِسُوعؔ مسیح کو خُداوند جانتے ہیں بلکہ اُسے ذُوالجلال بھی کہتے ہیں۔ وہ جلال جس کا ذکر اِس آیت میں ہے وہی جلال ہے جس کا ذکر یُوحنّاؔ رسُول نے اِنجیلِ مُقدس میں کِیا ہے، ''۔۔۔ کلام مُجسّم ہُوا اور فضل اور سچّائی سے معمُور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جَیسا باپ کے اِکلَوتے کا جلال۔'' (یُوحنّا ۱:۱۴)

خُداوند ذُوالجلال یِسُوعؔ مسیح کی نظر میں ہمارے سماجی اختلافات کہ کون چھوٹا ہے اور کون بڑا، کون امیر ہے اور کون غریب، کون پڑھا لکھا ہے اور کون اَن پڑھ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ مسیح ہمارے دُنیاوی رُتبے، دُنیاوی دولت، اور دُنیاوی تعلیم و ترقی سے اِتنا اعلیٰ و افضل ہے کہ ہماری اُس کے سامنے کچھ حیثیّت نہیں۔ لہذا نہایت ضرُوری ہے کہ ہمارے آپس کے تعلقات میں ایک دُوسرے کے ساتھ کوئی طرف داری نہیں ہونی چاہیے۔

اور پھر یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے دو باب کی دُوسری آیت میں لکھتا ہے، ’’کیونکہ اگر ایک شخص تو سونے کی انگُوٹھی اور عُمدہ پوشاک پہنے ہُوئے تُمہاری جماعت میں آئے اور ایک غرِیب آدمی مَیلے کُچیلے کپڑے پہنے ہُوئے آئے۔‘‘ اِس آیت میں امیر اور غریب کا ذکر ہے۔ یہ دونوں مقامی کلیسِیا کے ممبر نہ تھے بلکہ یُوں ہی اِتفاقاً کلیسِیا کی عبادت میں شامل ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عبادت کے طریقۂ کار سے واقف نہ تھے۔ اِس لِئے لازم تھا کہ کوئی اُن کو بیٹھنے کی جگہ دکھائے۔ ہمیں دیگر حوالاجات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن ایام میں مسِیحیوں کی عبادت میں اِس طرح یُوں ہی اِتفاقاً لوگ شامل ہو جایا کرتے تھے۔ اگر مقامی مسِیحی امیر اور غریب آدمی کی سماجی حیثّیت کو دیکھ کر اُن کے ساتھ مختلف برتاؤ کریں تو اُن کا یہ سلوک نہ صِرف غیر مسِیحی ہے بلکہ صِرف اور صِرف ظاہری حالت پر مبنی ہے۔ ایسا اِمتیازی اور غیرروا سلوک اِنصاف کے تقاضے کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ اِس سے صریحاً طرف داری کی بُو آتی ہے۔ فرض کریں کہ غریب آدمی کِسی امیر آدمی کا غُلام ہے اور اگر دونوں یعنی مالک اور غُلام ایک ہی عبادت میں شریک ہوں تو پھر بھی کِسی ایک کے ساتھ طرف داری اور مختلف سلوک کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

اور یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی تیسری آیت میں لکھتا ہے، ’’اور تُم اُس عُمدہ پوشاک والے کا لِحاظ کر کے کہو کہ تُو یہاں اچھی جگہ بَیٹھ اور اُس غرِیب شخص سے کہو کہ تُو وہاں کھڑا رہ یا میرے پاؤں کی چَوکی کے پاس بَیٹھ۔‘‘ اِس آیت میں میلے کُچیلے کپڑے پہن کر عبادت گاہ میں آنے والے شخص

نے جان بُوجھ کر میلے کپڑے نہیں پہنے بلکہ اپنی غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے اُن ہی کپڑوں میں عبادت میں شریک ہُوا۔

کچھ لوگ لاپرواہی اور سُستی کے سبب سے غربت میں پھنس جاتے ہیں جیسا کہ لکھا ہے، ''تھوڑی سی نیند۔ ایک اَور جھپکی۔ ذرا پڑے رہنے کو ہاتھ پر ہاتھ۔ اِسی طرح تیری مُفلسی راہزن کی طرح اور تیری تنگ دستی مُسلّح آدمی کی طرح آ پڑے گی۔'' (امثال ۲۴:۳۳۔۳۴) اِسی طرح واعِظ کی کتاب میں لکھا ہے، ''پھر مَیں نے توُجّہ کی اور دیکھا کہ دُنیا میں نہ تو دَوڑ میں تیز رفتار کو سبقت ہے نہ جنگ میں زور آور کو فتح اور نہ روٹی دانشمند کو مِلتی ہے نہ دَولت عقلمندوں کو اور نہ عِزّت اہلِ خِرد کو بلکہ اُن سب کے لِئے وقت اور حادثہ ہے۔'' (واعِظ ۹:۱۱) اگر ہم امیر اور غریب کی صِرف ظاہری حالت دیکھ کر ایک کی عزت کرتے ہیں اور دُوسرے کی بے عزتی تو یہ سراسر بے انصافی ہے۔ مسیح کی کلیسِیا میں دُنیاوی عہدے اور رُتبے کی کوئی حیثیّت نہیں کہ ایک کو قبول کریں اور دُوسرے کو رد کریں کیونکہ ہم سب خواہ امیر ہوں یا غریب خُداوند ذُوالجلال کے حضُور ایک ہیں۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۴ آیت میں لکھتا ہے، ''تو کیا تُم نے آپس میں طرف داری نہ کی اور بدنِیّت مُنصِف نہ بنے؟'' مسِیحی لوگوں کو بعض اوقات اپنے بھائیوں کے مسائل حل کرنے کے لِئے ایک مُنصِف کی طرح فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''کیا تُم میں سے کِسی کو یہ جُرأت ہے کہ جب دُوسرے کے ساتھ مُقدّمہ ہو تو فیصلہ کے لِئے بے دِینوں کے پاس جائے

اور مُقدسوں کے پاس نہ جائے؟'' (۱۔کُرِنتھِیوں ۱:۶) اِس آیت کی روشنی میں ہم مسِیحیوں کے لِئے منصف کا کام ضرُوری ہے۔ لیکن اگر ہم بدنیت منصف بن کر فیصلہ کریں تو یہ گُناہ ہے۔ ہمارے سامنے قیمتی پوشاک پہنے ہُوئے کوئی امیر کھڑا ہو یا پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہُوے کوئی غریب کھڑا ہو، ہمارا سلوک دونوں سے ایک جیسا ہونا چاہیے۔ اگر دونوں قصُوروار ہیں تو دونوں کا قصُور واضح کرنا چاہیے، اگر ایک قصُوروار ہے تو ایک کا قصُور ظاہر کرنا چاہیے، خوا امیر ہو یا غریب۔ جب ہم اِس طرح بغیر کِسی طرف داری کے فیصلہ کریں گے تو خُدا کی ہاں مقبول ٹھہریں گے۔

ہمیں کبھی بُھولنا نہیں چاہیے کہ خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لِئے غربت کوئی دیوار یا رکاوٹ نہیں۔ خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لِئے مال و دولت یا کِسی اَور دُنیاوی عہدے کی ضرُورت نہیں۔ مسِیح یِسُوعؔ نے نجات کی خُوشخبری غریبوں کو سنائی۔ ذرا سوچیے کہ اگر ہمارے خُداوند مسِیح نے غریبوں کو اِتنا عزیز رکھا تو ہمارا بھی یہی فرض بنتا ہے کہ غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کی مدد و راہنمائی کریں۔ اور اگر ہم اُن سے صِرف اِس لِئے نفرت و حقارت کا سلوک کرتے ہیں کہ وہ غریب ہیں تو یقین کیجئے خُداوند ہم سے قطعی خُوش نہیں ہو گا اور ہم اِس گُناہ کی سزا ضرُور پائیں گے۔

تیرہواں باب

دَولتمند اور بادشاہی شرِیعت

(یعقوب ۲:۵-۹)

یعقوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۵ آیت میں لکھتا ہے، ''اَے میرے پیارے بھائیو! سُنو۔ کیا خُدا نے اِس جہاں کے غرِیبوں کو اِیمان میں دَولتمند اور اُس بادشاہی کے وارِث ہونے کے لِئے برگُزِیدہ نہیں کِیا جس کا اُس نے اپنے محبّت کرنے والوں سے وعدہ کِیا ہے؟'' اِس آیت کے مطابق خُدا کے ہاں برگزیدہ اور مقبول ٹھہرنے کے لِئے غربت کوئی رکاوٹ یا دیوار نہیں۔ خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لِئے مال و دولت یا کوئی اَور دُنیاوی عہدہ دکھانے کی ضرُورت نہیں ہے۔ مسیح یِسُوعؔ نے غریبوں کو خُوشخبری سنائی۔ (متّی ۱۱:۵)

غربت بذاتِ خود خُدا کے ہاں مقبول اور نامقبول ٹھہرنے کا نشان نہیں۔ ہر آدمی کو خواہ امیر ہو یا غریب، خُدا کا ابدی مقصد سمجھنے کا موقع ضرُور ملنا چاہیے۔

پانچویں آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مال و دولت نہ ہونے کے باوجود ہم اِیمان میں دولتمند بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''۔۔۔خُدا نے اِس جہان کے غرِیبوں کو اِیمان میں دَولتمند۔۔۔ ہونے کے لِئے برگزُیدہ۔۔۔'' کرتا

ہے اور اُنہیں ''آسمانی بادشاہی'' کا وارِث ٹھہراتا ہے۔ مالی طور پر غریب ہونے کے باوجود وہ رُوحانی طور پر امیر بن سکتے ہیں۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۶ آیت میں لکھتا ہے، ''لیکن تُم نے غرِیب آدمی کی بے عِزّتی کی۔ کیا دَولتمند تُم پر ظُلم نہیں کرتے اور وہی تُمہیں عدالتوں میں گھسِیٹ کر نہیں لے جاتے؟''

''۔۔۔تُم نے غرِیب آدمی کی بے عِزّتی کی۔۔۔'' یہاں یعقُوبؔ کا اشارہ اِسی باب کی تِین آیت کی طرف ہے جہاں وہ لکھتا ہے کہ غریب جب عبادت گاہ میں آتے تھے مسِیحی کِس طرح اُن کی بے عزتی کرتے تھے کہ ''۔۔۔تُو وہاں کھڑا رہ یا میرے پاؤں کی چوکی کے پاس بَیٹھ۔'' اور وہ امیر لوگوں کی عزت و خُوشامد کرتے ہُوئے اُنہیں اعلیٰ جگہوں پر بِٹھاتے تھے۔ اور چھٹی آیت میں یعقُوبؔ سوال کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ وہ دولتمند ہی تھے جنہوں نے مسِیح کے پیروکاروں کو تنگ کِیا۔ ''۔۔۔کیا دَولتمند تُم پر ظُلم نہیں کرتے اور وہی تُمہیں عدالتوں میں گھسِیٹ کر نہیں لے جاتے؟''

امیر، غریبوں پر کِس طرح ظُلم برپا کرتے تھے؟ یعقُوبؔ اپنے خط کے پانچویں باب میں اُس ظُلم کی یوں تصویر کھینچتا ہے، ''دیکھو جِن مزدُوروں نے تُمہارے کھیت کاٹے اُن کی وہ مزدُوری جو تُم نے دغا کر کے رکھ چھوڑی چِلّاتی ہے اور فصل کاٹنے والوں کی فریاد ربُّ اُلافواج کے کانوں تک پُہنچ گئی ہے۔'' (یعقُوب ۵:۴)

یہ یقینی بات ہے کہ ظُلم و ستم جب اِنتہا کو پہنچ جاتا ہے تو غریب سوائے خُدا کے اَور کِس سے فریاد کر سکتا ہے؟ اُسے خوب معلوم ہے کہ اِس بے انصافی اور بے اِیمانی کا بدلہ خُدا ضرُور دے گا۔ اور جب ربّ اُلافواج کے کانوں تک غریب کی پکار پہنچ گئی تو ظُلم کرنے والے اِلٰہی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ساتویں آیت میں لکھتا ہے، ''کیا وہ اُس بزُرگ نام پر کُفر نہیں بکتے جس سے تُم نامزد ہو؟'' یعقُوبؔ نے جس بزرگ نام کا اِس آیت میں حوالہ دیا ہے وہ ہمیں اُس کے متعلق کچھ نہیں بتاتا۔ لیکن پطرسؔ رسُول اپنے پہلے عام خط میں واضح کرتا ہے کہ مسیح کے پیروکاروں کا خاص نام کیا ہے، ''۔۔۔اگر مسِیحی ہونے کے باعِث کوئی شخص دُکھ پائے تو شرمائے نہیں بلکہ اِس نام کے سبب سے خُدا کی تمجید کرے۔'' (۱۔پطرس ۱۶:۴)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی آٹھویں آیت میں لکھتا ہے، ''تَو بھی اگر تُم اِس نوِشتے کے مُطابِق کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانِند محبّت رکھ اُس بادشاہی شرِیعت کو پُورا کرتے ہو تو اچھا کرتے ہو۔''

''بادشاہی شرِیعت'' یعقُوبؔ جب بادشاہی شرِیعت کی بات کرتا ہے تو اُس کا مطلب تمام اِلہامی کتابیں نہیں بلکہ وہ بادشاہی شرِیعت کے صِرف ایک حُکم کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی ''اپنے پڑوسی سے اپنی مانِند محبّت رکھ۔'' خُدا نے سب سے پہلے یہ حُکم اپنے بندے مُوسیٰؔ کی معرفت جاری کِیا۔ احبار کی کتاب کے ۱۹ باب کی ۱۸ آیت میں لکھا ہے، ''تُو اِنتقام نہ لینا اور نہ اپنی قَوم کی نسل سے کِینہ رکھنا۔ بلکہ اپنے ہمسایہ سے اپنی مانِند محبّت کرنا۔ مَیں خُداوند ہُوں۔''

مسیح یسُوعؔ نے مُوسیٰؔ کی معرفت ملے ہُوئے اِس اِلٰہی حُکم کی تائید کرتے ہُوئے فرمایا، ''۔۔۔خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبّت رکھ۔ بڑا اور پہلا حُکم یہی ہے۔ اور دُوسرا اِس کی مانِند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھ۔ اِن ہی دو حُکموں پر تمام توریت اور انبیاؑ کے صحیفوں کا مدار ہے۔'' (متّی ۲۲:۳۷-۴۰) مسیح یسُوعؔ کے اِس فرمان کے مطابق اپنے بھائی سے محبّت رکھنا، دو سب سے اعلیٰ حکموں میں سے ایک ہے اور یہی وجہ ہے کہ یعقُوبؔ اِسے بادشاہی شرِیعت کہتا ہے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۹ آیت میں لکھتا ہے، ''لیکن اگر تُم طرف داری کرتے ہو تو گُناہ کرتے ہو اور شرِیعت تُم کو قصُوروار ٹھہراتی ہے۔'' جس شرِیعت کا ذکر یعقُوبؔ نے اِس آیت میں کِیا ہے وہ اُسی بادشاہی شرِیعت کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کا ذکر آٹھویں آیت میں ہے۔ خُداوند مسیح نے نہ صِرف شرِیعت کی تائید کی بلکہ اِسے اَور بھی اعلیٰ طور سے پیش کِیا۔ اُنہوں نے فرمایا، ''مَیں تُمہیں ایک نیا حُکم دیتا ہُوں کہ ایک دُوسرے سے محبّت رکھو کہ جَیسے مَیں نے تُم سے محبّت رکھی تُم بھی ایک دُوسرے سے محبّت رکھو۔ اگر آپس میں محبّت رکھو گے تو اِس سے سب جانیں گے کہ تُم میرے شاگرد ہو۔'' (یُوحنّا ۱۳:۳۴-۳۵)

اگر ہم اِسی اعلیٰ ترین بادشاہی شرِیعت کے مطابق دُوسروں سے برتاؤ کریں تو پھر ہم کبھی بھی کِسی غریب یا مفلس یا محتاج کے ساتھ غیراخلاقی سلوک نہیں کریں گے، بلکہ اُن سے عزت اور محبّت سے پیش آئیں گے۔

چودہواں باب

شرِیعت اور راستبازی

(یعقُوب ۲:۱۰۔۱۴)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۱۰ اور ۱۱ آیت میں لکھتا ہے،
'' کیونکہ جس نے ساری شرِیعت پر عمل کِیا اور ایک ہی بات میں خطا کی وہ سب باتوں میں قصُوروار ٹھہرا۔ اِس لِئے کہ جس نے یہ فرمایا کہ زِنا نہ کر اُسی نے یہ بھی فرمایا کہ خُون نہ کر۔ پس اگر تُو نے زِنا تو نہ کِیا مگر خُون کِیا تو بھی تُو شرِیعت کا عدُول کرنے والا ٹھہرا۔''

یہ اِلٰہی احکامات جن کے مطابق زنا اور خون کرنا منع ہے بالکل بجا ہیں لیکن اِن دونوں حُکموں سے اعلیٰ، بادشاہی شرِیعت ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایک دُوسرے سے محبّت رکھتے ہوں تو نہ ہم زنا کریں گے اور نہ ہی خون۔ اور اگر ہم فخر کرتے ہُوئے کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی زنا نہیں کِیا؛ ہم نے کبھی کِسی کا خون نہیں کِیا؛ بجا، لیکن اگر کِسی غریب کو حقیر و ناچیز جان کر بُرا سلوک کِیا تو ہم خُدا کی نظر میں اُتنے ہی گُناہگار اور قصُوروار ہیں جتنے زنا اور خون کرنے کے سبب ٹھہر سکتے تھے۔ تمام احکامات توڑیں یا صِرف ایک حُکم توڑیں، جُرم تو کِیا، اور جب جُرم کِیا تو ہم مجرم ٹھہرے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۱۲ آیت میں لکھتا ہے، ”تُم اُن لوگوں کی طرح کلام بھی کرو اور کام بھی کرو جِن کا آزادی کی شرِیعت کے مُوافِق اِنصاف ہو گا۔“

”آزادی کی شرِیعت“ یعقُوبؔ یہ حقیقت واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ آزادی کی شرِیعت مُوسیٰؔ کی شرِیعت نہیں۔ وہ زور دیتے ہُوئے کہتا ہے کہ مُوسیٰؔ کی شرِیعت کے مطابق معمولی سے معمولی خطا اور حُکم عدولی پر ہم قصُوروار اور مجرم ٹھہرایا جاتے ہیں (یعقُوب ۲:۱۰)۔ یہی وجہ ہے کہ پَولُسؔ رسُول مُوسیٰؔ کی شرِیعت کو” گُناہ اور موت کی شرِیعت“ کہتا ہے (رومیوں ۸:۲)۔

یعقُوبؔ ہمیں بتاتا ہے کہ مُوسیٰؔ کی شرِیعت سے آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اِسی لِئے رومیوں کے نام خط میں پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، ”۔۔۔مُوسیٰؔ نے یہ لِکھا ہے کہ جو شخص اُس راستبازی پر عمل کرتا ہے جو شرِیعت سے ہے وہ اُسی کی وجہ سے زِندہ رہے گا۔“ (رومیوں ۱۰:۵) تو صاف ظاہر ہے کہ جس شخص نے شرِیعت کی راستبازی پر مکمل عمل نہیں کِیا وہ زِندہ نہیں رہے گا بلکہ موت کی سزا کا حقدار ہے۔ لیکن مُوسیٰؔ کی شرِیعت کے برعکس مسیح کی خُوشخبری ”زندگی کے رُوح کی شرِیعت“ کہلاتی ہے (رومیوں ۸:۲) کیونکہ وہ ہمیں نہ صِرف گُناہ سے رہائی دیتی ہے بلکہ ہمیشہ کی زندگی بھی بخشتی ہے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۱۳ آیت میں لکھتا ہے، ”کیونکہ جس نے رحم نہیں کِیا اُس کا اِنصاف بغیر رحم کے ہو گا۔ رحم اِنصاف پر غالِب آتا ہے۔“ اِس آیت مین یعقُوبؔ، مسیح یِسُوعؔ کی اُس تعلیم کی طرف اشارہ

کرتا ہے جو اُس نے متّیؔ رسُول کے گھر میں ایک ضِیافت کے موقع پر دی: ''اور جب وہ گھر میں کھانا کھانے بَیٹھا تھا تو ایسا ہُوا کہ بہت سے محصُول لینے والے اور گُناہگار آ کر یِسُوعؔ اور اُس کے شاگِردوں کے ساتھ کھانا کھانے بَیٹھے۔ فریسیوں نے یہ دیکھ کر اُس کے شاگِردوں سے کہا تُمہارا اُستاد محصُول لینے والوں اور گُناہگاروں کے ساتھ کیوں کھاتا ہے؟ اُس نے یہ سُن کر کہا کہ تندرُستوں کو طبِیب درکار نہیں بلکہ بیماروں کو۔ مگر تُم جا کر اِس کے معنی دریافت کرو کہ مَیں قُربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہُوں کیونکہ مَیں راستبازوں کو نہیں بلکہ گُناہگاروں کو بُلانے آیا ہُوں۔'' (متّی ۹:۱۰-۱۳) جس طرح مسیح نے محصُول لینے والوں اور گُناہگاروں سے رحم دِلی کا برتاؤ کیا اُسی طرح وہ چاہتا ہے کہ ہم بھی مسکِینوں اور محتاجوں کے ساتھ برتاؤ کریں۔

یعقُوبؔ نے آیت ۱۳ تک امیر اور غریب دونوں سے ایک جیسا سلوک روا رکھنے کا ذکر کِیا۔ اور اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۱۴ آیت میں وہ اُس اِیمان کا ذکر کرتا ہے جس کے وسیلے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ لکھتا ہے، ''اَے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ مَیں اِیماندار ہُوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائِدہ؟ کیا ایسا اِیمان اُسے نجات دے سکتا ہے؟'' اِس آیت میں یعقُوبؔ ہمارے سامنے ایک نہایت اہم سوال پیش کرتا ہے کہ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مَیں اِیماندار ہُوں اور عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ؟ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نجات پانے کے لِئے اِیمان کے ساتھ ساتھ اعمال کا ہونا بہت ضرُوری ہے۔ ہمارا اِیمان صِرف کتابوں کی حد تک ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی نظر آنا چاہیے۔ یہاں

لفظ ''عمل'' سے مُراد وہ اعمال ہیں جو خُدا کی مرضی کے مطابق کِئے جائیں۔ ہم یُوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عمل خُدا کی تابعداری کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ حقیقت یعقُوبؔ دو مثالوں سے آگے چل کر واضح کرتا ہے۔ تین اعمال ایسے ہیں جن سے نجات بخش اِیمان ظاہر ہوتا ہے:

پہلا: غریبوں، محتاجوں کی مدد کرنا (یعقُوب ۲:۱۵-۱۸)۔

دُوسرا: خُدا کی اطاعت و تابعداری کرنا (یعقُوب ۲:۱۹-۲۴)۔

تیسرا: دُوسرے اِیمانداروں سے میل محبّت رکھنا (یعقُوب ۲:۲۵-۲۶)۔

پَولُسؔ رسُول لفظ ''عمل'' ایک دُوسرے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ رومِیوں ۱۰ باب، ۵ آیت میں وہ لکھتا ہے، ''۔۔۔مُوسیٰؔ نے یہ لِکھا ہے کہ جو شخص اُس راستبازی پر عمل کرتا ہے جو شرِیعت سے ہے وہ اُسی کی وجہ سے زِندہ رہے گا۔''

لیکن رومِیوں کے نام خط اور یعقُوبؔ کے خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے عیب اور بے داغ مکمل تابعداری جو مُوسوی شرِیعت کے مطابق لازم تھی سوائے مسیح کے کِسی نے نہیں کی۔ اِس سلسلے میں یعقُوبؔ اپنے خط میں لکھتا ہے، ''۔۔۔جس نے ساری شرِیعت پر عمل کِیا اور ایک ہی بات میں خطا کی وہ سب باتوں میں قصُوروار ٹھہرا۔'' (یعقُوب ۲:۱۰) اِسی لِئے پَولُسؔ رسُول ایک دُوسرے خط میں لکھتا ہے، ''۔۔۔آدمی شرِیعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صِرف یِسُوعؔ مسیح پر اِیمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے۔۔۔'' (گلتیوں ۲:۱۶)

پندرہواں باب

نجات بخش اِیمان

(یعقُوب ۲:‏۱۵-۲۰)

یہ بالکل حقیقت ہے کہ ہم شرِیعت کے ہر نکتے پر عمل نہیں کر سکتے مگر پھر بھی خُدا چاہتا ہے کہ ہم ذاتِ اِلٰہی کی تابعداری کریں۔ تابعدار ہونا اِیمان لانے کا ایک حِصہ ہے۔ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مَیں خُدا پر اِیمان رکھتا ہُوں مگر خُدا کا تابعدار رہنے کی کوشش نہ کرے تو اُس کا اِیمان فضول ہے۔

مُوسوی شرِیعت کے مطابق اعمال سے مُراد ہر ایک چھوٹے بڑے شرعی حُکم کی پابندی اِس کاملیت سے کرنا ہے کہ خطا و قصُور کی قطعی کوئی گنجائش نہ رہے۔ یہ سب کچھ مدِ نظر رکھتے ہُوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم سب گُناہگار ہیں، اور اپنے نیک کاموں کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتے۔ نجات صِرف اِیمان کے وسیلے سے مِل سکتی ہے۔ اور اِیمان بھی ایسا کہ خُدا کی مکمل تابعداری کو ظاہر کرے۔

یعقُوبؔ نے اپنے خط کے پہلے باب میں کہا کہ ”۔۔۔کلام پر عمل کرنے والے بنو نہ محض سُننے والے۔۔۔“ (یعقُوب ۱:‏۲۲) اور پھر اُس نے کہا کہ ”۔۔۔جو شخص آزادی کی کامِل شرِیعت پر غَور سے نظر کرتا رہتا ہے وہ اپنے کام میں اِس لِئے برکت پائے گا کہ سُن کر بُھولتا نہیں بلکہ عمل کرتا ہے۔“

(یعقُوب ۱:۲۵) یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۱۵ سے ۱۷ آیت میں لکھتا ہے، ''اگر کوئی بھائی یا بہن ننگی ہو اور اُن کو روزانہ روٹی کی کمی ہو اور تُم میں سے کوئی اُن سے کہے کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ، گرم اور سیر رہو مگر جو چیزیں تن کے لِئے درکار ہیں وہ اُنہیں نہ دے تو کیا فائِدہ؟ اِسی طرح اِیمان بھی اگر اُس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے۔''

یعقُوبؔ خوب جانتا تھا کہ یہُودی مسِیحی جن کے نام پر یہ خط لکھا گیا، اُن میں سے بیشتر کو اپنا سب کچھ چھوڑ کر اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ اور ایسے بھی تھے جن کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکتے۔ اِن حالات میں وہ اِیمان جو نجات بخش سکتا ہے محض لفظی نہیں بلکہ عملی ہونا چاہیے تا کہ حاجتمندوں کی حاجتمندی کو دُور کر سکے۔ اِن آیات میں یعقُوبؔ واضح کرتا ہے کہ نجات بخش اِیمان سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اور اِسی طرح یُوحنّاؔ رسُول بھی ہمیں سمجھاتا ہے کہ محبّت ہمدردی کو جنم دیتی ہے۔ وہ لکھتا ہے، ''جس کِسی کے پاس دُنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو مُحتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خُدا کی محبّت کیونکر قائِم رہ سکتی ہے؟'' (۱-یُوحنّا ۳:۱۷) مسِیحی تعلیم کے مطابق اِیمان اور عمل میں سے کِسی ایک کو بھی رد نہیں کِیا جا سکتا بلکہ اِیمان اور عمل دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اور یہ نجات بخش اِیمان ہی ہے جو ہمدردی اور محبّت کے اعمال کو جنم دیتا ہے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۱۹ آیت میں لکھتا ہے، ''تُو اِس بات پر اِیمان رکھتا ہے کہ خُدا ایک ہی ہے خیر۔ اچھا کرتا ہے۔ شیاطِین بھی

اِیمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں۔'' اِس آیت میں یعقُوبؔ یہُودی اِیمان کے اہم ترین نُکتے پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ اقرار کہ ''خُدا ایک ہی ہے'' مُوسوی شرِیعت کے بیان پر مبنی ہے۔ اِستِثنا ٦ باب کی ۴ آیت سے ٦ آیت میں لکھا ہے، ''سُن اَے اِسرائیلؔ! خُداوند ہمارا خُدا ایک ہی خُداوند ہے۔ تُو اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خُداوند اپنے خُدا سے محبّت رکھ۔ اور یہ باتیں جِن کا حُکم آج مَیں تُجھے دیتا ہُوں تیرے دِل پر نقش رہیں۔''

لیکن یعقُوبؔ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اگر ہم لفظی طور پر یہ اِیمان رکھتے ہیں کہ ''خُدا ایک ہے'' اور ہمارے اِس اِیمان سے تابعداری پیدا نہ ہو تو ایسا اِیمان فضول ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''۔۔۔شیاطِین بھی اِیمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں۔'' شیاطین کے ذکر سے یُوں لگتا ہے کہ یعقُوبؔ، مسیح یِسُوعؔ کے اُس معجزے کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو گراسینیوں کی جھیل کے پار ہُوا۔ لکھا ہے، ''اور وہ جھِیل کے پار گراسینِیوں کے عِلاقہ میں پہنچے۔ اور جب وہ کشتی سے اُترا تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی قبروں سے نِکل کر اُس سے مِلا۔ وہ قبروں میں رہا کرتا تھا اور اب کوئی اُسے زنجِیروں سے بھی نہ باندھ سکتا تھا کیونکہ وہ بار بار بیڑِیوں اور زنجیروں سے باندھا گیا تھا لیکن اُس نے زنجِیروں کو توڑا اور بیڑِیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کِیا تھا اور کوئی اُسے قابُو میں نہ لا سکتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ رات دِن قبروں اور پہاڑوں میں چلّاتا اور اپنے تئِیں پتّھروں سے زخمی کرتا تھا۔ وہ یِسُوعؔ کو دُور سے دیکھ کر دَوڑا اور اُسے سِجدہ کِیا اور بڑی آواز سے چلّا کر کہا اَے یِسُوعؔ، خُدا تعالےٰ کے فرزند مُجھے تُجھ سے کیا کام؟ تُجھے خُدا

کی قَسم دیتا ہُوں مُجھے عذاب میں نہ ڈال۔ کیونکہ اُس نے اُس سے کہا تھا اَے ناپاک رُوح اِس آدمی میں سے نِکل آ۔" (مرقس ۵:۱۔۸)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۲۰ آیت میں لکھتا ہے، "مگر اَے نِکمّے آدمی! کیا تُو یہ بھی نہیں جانتا کہ اِیمان بغیر اعمال کے بے کار ہے؟" یعقُوبؔ نے یہ اِلہامی خط اُن لوگوں کے نام لکھا ہے جو پاک صحائف سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ پاک صحائف میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اِیمان بغیر اعمال کے بے کار ہے۔ اور اگر کوئی اِس مُسلمہ حقیقت کو نہیں پہچانتا تو وہ شخص بالکل نکما ہے۔ اِس حقیقت کی مزید پہچان کے لِئے یعقُوبؔ پاک صحائف سے ایک دو اعلیٰ مثالیں پیش کرتا ہے تا کہ کِسی قِسم کے شک کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اِیمان وعمل کا سب سے اعلیٰ نمونہ حضرت ابرہامؔ نے اپنے پیارے بیٹے اِضحاقؔ کو قربان گاہ پر چڑھا کر دیا۔ اُس نے اپنے اِیمان کا عملی مظاہرہ کرتے ہُوئے خُدا کی راہ میں اپنے بیٹے سے بھی دریغ نہ کِیا۔ اور یُوں اُس کے اِس عمل سے اُس کا اِیمان کامِل ہُوا۔

سولھواں باب

عملی اِیمان

(یعقُوب ۲: ۲۱-۲۵)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۲۱ اور ۲۲ آیت میں لکھتا ہے، ”جب ہمارے باپ ابرہامؔ نے اپنے بیٹے اِضحاقؔ کو قرُبان گاہ پر قُربان کِیا تو کیا وہ اعمال سے راستباز نہ ٹھہرا؟ پس تُو نے دیکھ لِیا کہ اِیمان نے اُس کے اعمال کے ساتھ مِل کر اثر کِیا اور اعمال سے اِیمان کامِل ہُوا۔“

یہ اِلہامی خط جن مسِیحیوں اور غیر مسِیحیوں کے نام پر لکھا گیا، اُن میں بہت سے جسمانی طور پر ابرہامؔ کی اولاد میں سے تھے۔ اور اگر کوئی جسمانی طور پر ابرہامؔ کی اولاد میں سے نہیں تھا تو مسِیحی ہونے کے ناطے رُوحانی طور پر ابرہامؔ کی نسل سے تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے، ”۔۔۔اگر تُم مسیح کے ہو تو ابرہامؔ کی نسل اور وعدہ کے مُطابِق وارِث ہو۔“ (گلتیوں ۳: ۲۹)

یعقُوبؔ زور دیتے ہُوئے اِس حقیقت کی تائید کرتا ہے کہ راستبازی صِرف اور صِرف اِیمان کی بِنا پر ملتی ہے۔ لیکن لازم ہے کہ اِیمان عملی ہو نہ کہ لفظی۔ جیسا کہ لکھا ہے، ”۔۔۔اِیمان نے اُس کے اعمال کے ساتھ مِل کر اثر کِیا اور اعمال سے اِیمان کامِل ہُوا۔“ (یعقُوب ۲: ۲۲)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۲۳ آیت میں لکھتا ہے، ’’اور یہ نوِشتہ پُورا ہُوا کہ ابرہامؔ خُدا پر اِیمان لایا اور یہ اُس کے لِئے راستبازی گِنا گیا اور وہ خُدا کا دوست کہلایا۔‘‘

’’یہ نوِشتہ پُورا ہُوا‘‘ اِس آیت میں یعقُوبؔ پَیدائش کی کتاب کے ۱۵ باب، اُس کی ایک سے ۶ آیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں لکھا ہے، ’’اِن باتوں کے بعد خُداوند کا کلام رویا میں ابرامؔ پر نازِل ہُوا اور اُس نے فرمایا، اَے ابرامؔ تُو مت ڈر۔ مَیں تیری سِپر اور تیرا بہت بڑا اجر ہُوں۔ ابرامؔ نے کہا اَے خُداوند خُدا تُو مُجھے کیا دے گا؟ کیونکہ مَیں تو بے اَولاد جاتا ہُوں اور میرے گھر کا مُختار دمشقی الیعزرؔ ہے۔ پھر ابرامؔ نے کہا دیکھ تُو نے مُجھے کوئی اَولاد نہیں دی اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارِث ہو گا۔ تب خُداوند کا کلام اُس پر نازِل ہُوا اور اُس نے فرمایا یہ تیرا وارِث نہ ہوگا بلکہ وہ جو تیرے صُلب سے پَیدا ہوگا وُہی تیرا وارِث ہوگا۔ اور وہ اُس کو باہر لے گیا اور کہا کہ اب آسمان کی طرف نِگاہ کر اور اگر تُو ستاروں کو گِن سکتا ہے تو گِن۔ اور اُس سے کہا کہ تیری اَولاد ایسی ہی ہوگی۔ اور وہ خُداوند پر اِیمان لایا اور اِسے اُس نے اُس کے حق میں راستبازی شُمار کِیا۔‘‘

اِس سے پہلے کہ ابرہامؔ نے اپنے بیٹے اِضحاقؔ کو قربان گاہ پر قربان کرنے کا ارادہ باندھا، خُدا نے ابرہامؔ کا یہ اِیمان اُس کے حق میں راستبازی شُمار کِیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اپنے بیٹے کی قربانی کے عمل سے برسوں بعد یہ نوشتہ

کِس طرح پُورا ہُوا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ ابرہامؔ نے بیٹے کی قربانی کے عمل سے خُدا پر اپنا پُختہ اور مکمل اِیمان ظاہر کر کے اِس نوشتے کو پُورا کِیا۔

''اور وہ خُدا کا دوست کہلایا'' ابرہامؔ جب اپنے بیٹے اِضحاقؔ کو قربانی کے لِئے پیش کر چُکا تو اُس کے بعد خُدا نے دو مرتبہ دوست کا پُر عزت نام اُس کے لِئے اِستعمال کِیا۔ جیسا کہ یسعیاہؔ نبی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے، ''پر تُو اَے اِسرائیلؔ میرے بندے! اَے یعقُوبؔ جس کو مَیں نے پسند کِیا جو میرے دوست ابرہامؔ کی نسل سے ہے۔ تُو جس کو مَیں نے زمین کی اِنتہا سے بُلایا اور اُس کے سِوانوں سے طلب کِیا اور تُجھ کو کہا کہ تُو میرا بندہ ہے۔ مَیں نے تُجھ کو پسند کِیا اور تُجھے ردّ نہ کِیا۔ تُو مت ڈر کیونکہ مَیں تیرے ساتھ ہُوں۔۔۔'' (یسعیاہ ۴۱:۸-۱۰)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۲۴ آیت میں لکھتا ہے، ''پس تُم نے دیکھ لِیا کہ اِنسان صِرف اِیمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راستباز ٹھہرتا ہے۔'' دو خوبیاں ایسی ہیں جو اِیمان کو مکمل کرتی ہیں۔ ایک ہم اِلٰہی ذات کی حقیقت کو تسلیم کریں۔ اور دُوسری یہ کہ ہم اِلٰہی ذات کے تابع ہو جائیں۔ اگر ہم پہلی خوبی پر عمل کریں اور دُوسری کو رد کریں تو یہ نکما اِیمان ہمیں نجات نہیں بخش سکتا۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۲۵ آیت میں لکھتا ہے، '' اِسی طرح راحبؔ فاحِشہ بھی جب اُس نے قاصِدوں کو اپنے گھر میں اُتارا اور دُوسری راہ سے رُخصت کِیا تو کیا اعمال سے راستباز نہ ٹھہری؟'' راحبؔ فاحشہ نے اپنی

جان پر کھیل کر خُدا کے بندوں کی مدد کی۔ یہ واقعہ بائبل مُقدس میں یشُوعؔ کی کتاب کے دُوسرے باب میں درج ہے۔ وہ اُس رُوحانی تجربہ سے نہ گزری جس سے ابرہامؔ گزرا۔ ابرہامؔ راستباز تھا اور راحبؔ فاحشہ گُناہ کی دلدل میں پھنسی ہُوی تھی، لیکن اِس کے باوجود اُس کا اِیمان ابرہامؔ کی طرح پُختہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کا نام خُدا پر مضبوط اور مکمل اِیمان رکھنے والوں کی فہرست میں شامل ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''اِیمان ہی سے راحبؔ فاحِشہ نافرمانوں کے ساتھ ہلاک نہ ہُوئی کیونکہ اُس نے جاسُوسوں کو امن سے رکھا تھا۔'' (عِبرانیوں ۱۱:۳۱) اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُس کا نام یِسُوعؔ مسیح کے نسب نامے میں درج ہے (متّی ۱:۵)۔

گو یعقوبؔ، راحبؔ فاحشہ کا ذکر محض ایک نمونے کے طور پر کرتا ہے، لیکن حقیقی اِیمان کا مفہوم جو اُس نے اپنے اِلہامی خط میں پیش کِیا بین الاقوامی ہے۔ خواہ مرد، خواہ عَورت، خواہ امیر، خواہ غریب سب خُدا کے فضل اور تابعداری پیدا کرنے والے اِیمان سے نجات یافتہ بن سکتے ہیں۔ خواہ کوئی ابرہامؔ کی طرح نیک و پارسا ہو یا راحبؔ فاحشہ کی طرح بدچلن، اگر ہمارے دِل میں حقیقی تبدیلی کا جذبہ ہو تو ہم بھی خُدا کی راہ میں اِیمان کی پختگی کا عملی مظاہرہ کر کے ہمیشہ کے لِئے نجات یافتہ بن سکتے ہیں۔

کیا نجات پانے کی یہ حقیقی تبدیلی صِرف ہماری اپنی ذات تک ہی رہنی چاہیے یا دُوسروں کو بھی نجات پانے کی طرف راغب کرنا چاہیے؟ شائد آپ کہیں نہیں، یہ تو رُوحانی اُستاد کا کام ہے۔ لیکن اگر خُدا نے آپ کو اُن خوبیوں

سے نوازا ہے جو ایک اچھے اُستاد میں ہونی چاہیں تو پھر یہ ذمہ داری نبھانے میں کیا ہرج ہے؟

سترہواں باب

اُستاد اور زبان پر قابُو

(یعقُوب ۲:۲۶۔۳:۱۲)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۲ باب کی ۲۶ آیت میں لکھتا ہے، ’’غرض جَیسے بدن بغیر رُوح کے مُردہ ہے وَیسے ہی اِیمان بھی بغیر اعمال کے مُردہ ہے۔‘‘ اِس آیت کے مطابق جس اِیمان سے نیک اعمال پیدا نہ ہوں وہ اِیمان بالکل مُردہ ہے، اِسی لِئے یعقُوبؔ کہتا ہے، ’’۔۔۔اِیمان بھی اگر اُس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے۔‘‘ (یعقُوب ۲:۱۷) اور ایسا اِیمان جس سے نجات پیدا ہوتی ہے خُدا کے لِئے تابعداری اور بنی نوع اِنسان کے لِئے بھلائی پیدا کرتا ہے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۳ باب کی پہلی آیت میں لکھتا ہے، ’’اَے میرے بھائیو! تُم میں سے بہت سے اُستاد نہ بنیں کیونکہ جانتے ہو کہ ہم جو اُستاد ہیں زیادہ سزا پائیں گے۔‘‘ بائبل کی تعلیم کے مطابق کِسی حد تک ہم سب مسِیحیوں کو اُستاد کا کام کرنا چاہیے۔ پطرسؔ رسُول کہتا ہے، ’’۔۔۔مسِیح کو خُداوند جان کر اپنے دِلوں میں مُقدس سمجھو اور جو کوئی تُم سے تُمہاری اُمید کی وجہ دریافت کرے اُس کو جواب دینے کے لِئے ہر وقت مُستعِد رہو مگر حِلم اور خَوف کے ساتھ۔‘‘ (۱۔پطرس ۳:۱۵)

کئی حوالاجات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مقامی کلیسیا کا ایک عہدہ ''اُستاد'' تھا۔ جیسا کہ رسُولوں کے اعمال میں لکھا ہے، ''انطاکیہؔ میں اُس کلیسیا کے مُتعلّق جو وہاں تھی کئی نبی اور مُعلِّم تھے۔۔۔'' (اعمال ۱:۱۳) رومیوں کے نام خط میں پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، ''اگر خِدمت مِلی ہو تو خِدمت میں لگا رہے۔ اگر کوئی مُعلِّم ہو تو تعلِیم میں مشغُول رہے۔'' (رومِیوں ۱۲:۷)

ہر اُستاد میں نہ صِرف دُوسروں کو سکھانے کی قابلیت ہونی چاہیے بلکہ اُس کی تعلیم انتظامِ اِلٰہی کے اُن اُصولوں کے مطابق ہونی چاہیے جو خُدا نے مسِیح اور اُس کے رسُولوں کی معرفت ظاہر کِئے ہیں (۱۔تیمُتھیُس ۱:۳۔۷)۔ ایک اُستاد میں وفاداری کے ساتھ ساتھ اِتنی قابلیت بھی ہونی چاہیے کہ وہ دُوسروں کو تعلیم دے سکے۔ جیسا کہ پَولُسؔ رسُول نے تیمُتھیُسؔ کو ہدایت دیتے ہُوئے کہا، ''۔۔۔جو باتیں تُو نے بہت سے گواہوں کے سامنے مُجھ سے سُنی ہیں اُن کو ایسے دِیانتدار آدمیوں کے سپُرد کر جو اَوروں کو بھی سِکھانے کے قابِل ہوں۔'' (۲۔تیمُتھیُس ۲:۲)

اُستاد کا عہدہ رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو دِل و جان سے دُوسروں کو تعلیم دینے کے لِئے وقف کریں۔ جیسا کہ پَولُسؔ رسُول کہتا ہے، ''اگر خِدمت مِلی ہو تو خِدمت لگا رہے۔ اگر کوئی مُعلِّم ہو تو تعلِیم میں مشغُول رہے۔'' (رومِیوں ۱۲:۷)

یعقُوبؔ ہم پر اُستاد کی دو اہم اور اعلٰی خوبیاں ظاہر کرتا ہے یعنی ضبطِ نفس اور حکمت۔ سب سے پہلے وہ ضبطِ نفس کے بارے میں کہتا ہے کہ ایک

اُستاد کے لِئے نہایت ضرُوری ہے کہ وہ اپنے بدن کو قابو میں رکھے (یعقُوب ۳:۲)۔ اُستاد کے لِئے اپنی زبان کو قابو میں رکھنا بہت ہی ضرُوری ہے۔ یعقُوبؔ کہتا ہے، ''۔۔۔ہم سب کے سب اکثر خطا کرتے ہیں۔ کامِل شخص وہ ہے جو باتوں میں خطا نہ کرے۔'' (یعقُوب ۳:۲) ایک اُستاد کو اپنی زبان اُسی طرح قابو میں رکھنی چاہیے جس طرح ایک سوار اپنے گھوڑے کو قابو میں رکھتا ہے۔ یعقُوبؔ کہتا ہے، ''جب ہم اپنے قابُو میں کرنے کے لِئے گھوڑوں کے مُنہ میں لگام دے دیتے ہیں تو اُن کے سارے بدن کو بھی گُھما سکتے ہیں۔'' (یعقُوب ۳:۳) اور پھر ایک اور مقام پر وہ کہتا ہے کہ جس طرح جہازران اپنے جہاز کو قابو میں رکھتا ہے اُسی طرح ایک اُستاد کو اپنی زبان قابو میں رکھنا چاہیے۔ یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط میں کہتا ہے، ''دیکھو۔ جہاز بھی اگرچہ بڑے بڑے ہوتے ہیں اور تیز ہواؤں سے چلائے جاتے ہیں تَو بھی ایک نِہایت چھوٹی سی پتوار کے ذرِیعہ سے مانجھی کی مرضی کے مُوافِق گُھمائے جاتے ہیں۔'' (یعقُوب ۳:۴)

اِنسان کی زبان بہت زور آور عضو ہے، اِس لِئے جس کی زبان قابو میں ہے وہ ضبطِ نفس بھی رکھتا ہے۔ ہماری زبان آگ کی مانند ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے بھرے جنگل کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اگر زبان اِتنی خطرناک چیز ہے تو نہایت ضرُوری ہے کہ اِسے قابو میں رکھا جائے۔ یعقُوبؔ کہتا ہے، ''اِسی طرح زبان بھی ایک چھوٹا سا عُضو ہے اور بڑی شَیخی مارتی ہے۔ دیکھو۔ تھوڑی سی آگ سے کِتنے بڑے جنگل میں آگ لگ جاتی ہے۔ زبان بھی ایک آگ ہے۔ زبان ہمارے اعضا میں شرارت کا ایک عالم ہے اور سارے جِسم کو داغ لگاتی ہے اور

دائرہِ دُنیا کو آگ لگا دیتی ہے اور جہنّم کی آگ سے جلتی رہتی ہے۔" (یعقُوب ۳:۵-۶)

ہماری زبان ایک جنگلی جانور کی مانند ہے جس کو قابو میں رکھنا نہایت ضرُوری ہے۔ یعقُوبؔ یاد دلاتا ہے کہ "۔۔۔ہر قِسم کے چَوپائے اور پرِندے اور کِیڑے مکوڑے اور دریائی جانور تو اِنسان کے قابُو میں آ سکتے ہیں اور آئے بھی ہیں۔ مگر زبان کو کوئی آدمی قابُو میں نہیں کر سکتا۔ وہ ایک بلا ہے جو کبھی رُکتی ہی نہیں۔ زہرِ قاتِل سے بھری ہُوئی ہے۔" (یعقُوب ۳:۷-۸)

ہماری زبان اِتنی طاقت ور اور خطرناک ہے کہ کبھی کبھی ہم بے قابو ہو کر اُسے نامناسب طور پر اِستعمال کرتے ہیں۔ لیکن جس کی زبان قابو میں ہے وہ اُسے برکت کے طور پر اِستعمال کرتا ہے نہ لعنت کے طور پر۔ یعقُوبؔ کہتا ہے، "اِسی سے ہم خُداوند اور باپ کی حمد کرتے ہیں اور اِسی سے آدمیوں کو جو خُدا کی صُورت پر پَیدا ہُوئے ہیں بد دُعا دیتے ہیں۔ ایک ہی مُنہ سے مُبارک باد اور بد دُعا نکلتی ہے۔ اَے میرے بھائیو! ایسا نہ ہونا چاہیے۔ کیا چشمہ کے ایک ہی مُنہ سے مِیٹھا اور کھاری پانی نکلتا ہے؟" (یعقُوب ۳:۹-۱۱)

قابو میں رکھی ہُوئی زبان میٹھا پھل پیدا کرتی ہے۔ اور بے قابو زبان کڑوا پھل دیتی ہے۔ جیسا کہ یعقُوبؔ اپنے خط میں کہتا ہے، "اَے میرے بھائیو! کیا انجیر کے درخت میں زَیتُون اور انگُور میں انجِیر پَیدا ہو سکتے ہیں؟ اِسی طرح کھاری چشمہ سے مِیٹھا پانی نہیں نِکل سکتا۔" (یعقُوب ۳:۱۲)

اِلٰہی حکمت میٹھا پھل پیدا کرتی ہے اور دُنیاوی حکمت کڑوا پھل دیتی ہے۔ اِلٰہی حکمت زبان کو قابو میں رکھتی ہے اور دُنیاوی حکمت زبان کو بے قابو کر دیتی ہے۔

اٹھارواں باب

دو قِسم کی حِکمت اور لڑائی کی وجہ

(یعقوب ۳:۱۳-۴:۳)

اُستاد ایک ایسا عہدہ ہے جو دُوسروں کے لِئے اعلیٰ مثال بن سکتا ہے۔ اُستاد بننے کے لِئے نہ صِرف ضبطِ نفس بلکہ حکمت رکھنے کی بھی سخت ضرُورت ہے۔ لیکن حکمت ایسی ہو جو عملی ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو نظر بھی آئے۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''تُم میں دانا اور فہیم کون ہے؟ جو ایسا ہو وہ اپنے کاموں کو نیک چال چلن کے وسِیلہ سے اُس حِلم کے ساتھ ظاہر کرے جو حِکمت سے پَیدا ہوتا ہے۔'' (یعقُوب ۳:۱۳)

ایسا شخص اُستاد بننے کے لائق نہیں جو دُنیاوی حکمت رکھتا ہو۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''لیکن اگر تُم اپنے دِل میں سخت حسد اور تفرقے رکھتے ہو تو حق کے خِلاف نہ شیخی مارو نہ جھُوٹ بولو۔ یہ حِکمت وہ نہیں جو اُوپر سے اُترتی ہے بلکہ دُنیاوی اور نفسانی اور شَیطانی ہے۔ اِس لِئے کہ جہاں حسد اور تفرقہ ہوتا ہے وہاں فساد اور ہر طرح کا بُرا کام بھی ہوتا ہے۔'' (یعقُوب ۳:۱۴-۱۶) اِن آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دُنیاوی حکمت کے پانچ امتیازی نشان ہیں: حسد، تفرقہ بازی، دُنیاوی، نفسانی اور شیطانی رغبت۔

دُنیاوی حکمت کے برعکس وہ حکمت ہے جو اُوپر سے حاصل ہوتی ہے۔ اِس حکمت کی نو صفات ہیں جن کا بیان یعقُوبؔ کے ۳ باب کی ۱۷ اور ۱۸ آیت میں ہے۔ لکھا ہے۔ ''۔۔۔جو حِکمت اُوپر سے آتی ہے اوّل تو وہ پاک ہوتی ہے۔ پھر مِلنسار، حلِیم اور ترِبیت پذیر۔ رحم اور اچھے پھلوں سے لدی ہُوئی۔ بے طرف دار اور بے رِیا ہوتی ہے۔ اور صُلح کرانے والوں کے لِئے راستبازی کا پھل صُلح کے ساتھ بویا جاتا ہے۔'' لہٰذا آسمانی حکمت کی خوبیوں کی فہرست اِس طرح سے ہے: پاکیزگی، صُلح پسندی، حلیمی، تربیت پذیری، رحم دِلی، اچھا پھل دینے والی، بے طرف دار، بے رِیا اور صداقت کا پھل صُلح کے ساتھ بونے والی۔

چوتھے باب میں یعقُوبؔ اُن یہُودی لوگوں سے مخاطب ہے جنہوں نے ابھی تک مسیح کو قبول نہیں کِیا۔ مگر ہمیں حیران ہونے کی ضرُورت نہیں کہ وہ کیوں اُن سے مخاطب ہے۔ پاک نوشتوں میں کئی بار غیر مسیحیوں کے بارے میں ذکر ہے۔ مثلاً یُوحنّاؔ کی اِنجیل کے آخر میں لکھا ہے، ''اور یِسُوعؔ نے اَور بہت سے مُعجزے شاگِردوں کے سامنے دِکھائے جو اِس کِتاب میں لِکھے نہیں گئے۔ لیکن یہ اِس لِئے لِکھے گئے کہ تُم اِیمان لاؤ کہ یِسُوعؔ ہی خُدا کا بیٹا مسیح ہے اور اِیمان لا کر اُس کے نام سے زِندگی پاؤ۔'' (یُوحنّا ۲۰:۳۰-۳۱)

اِس کے علاوہ رومیوں کے نام خط کے دُوسرے اور تیسرے باب کا بیشتر حِصہ ایسے ہی غیر مسیحیوں کے لِئے لکھا گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ یعقُوبؔ چوتھے باب کے شروع میں غیر مسیحیوں سے مخاطب ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل اور لٹیرے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ قاتل اور

لٹیرے نہیں ہو سکتے۔ اور اگر وہ ایسی حرکت کرتے تو کلیسیا سے فوراً نکال دیئے جاتے۔ یہ وہ یہُودی لوگ تھے جنہوں نے ابھی تک مسیح کو قبول نہیں کِیا تھا۔ یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے چوتھے باب کی پہلی اور دُوسری آیت میں لکھتا ہے،

''تُم میں لڑائیاں اور جھگڑے کہاں سے آ گئے؟ کیا اُن خواہشوں سے نہیں جو تُمہارے اعضا میں فساد کرتی ہیں؟ تُم خواہش کرتے ہو اور تُمہیں مِلتا نہیں۔ خُون اور حسد کرتے ہو اور کُچھ حاصِل نہیں کر سکتے۔ تُم جھگڑتے اور لڑتے ہو۔ تُمہیں اِس لِئے نہیں مِلتا کہ مانگتے نہیں۔''

لفظ ''لڑائی'' جس یونانی لفظ سے ترجمہ کِیا گیا ہے، اُس کا مطلب ہے ''جنگ''۔ اِنجیلِ مُقدس میں مُکاشفہ کی کتاب کے ۱۹ باب کی ۱۹ آیت میں یہ لفظ ''جنگ'' ہی کے معنوں میں ترجمہ کِیا گیا ہے۔ جنگ اور جھگڑے میں فرق یہ ہے کہ جنگ، جھگڑے کے مقابلے میں زیادہ قتل و خون کا باعث بنتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اِنسان کیوں قتل و خون پر آمادہ ہو جاتا ہے؟ کلامِ پاک کے مطابق اُن خواہشوں سے جو ہمارے اعضا میں فساد کرتی ہیں۔ یہاں خواہش سے مُراد شہوت پرستی لِیا گیا ہے۔ اگر ہمارا دِل شہوت پرستی کے خیالات سے بھرا ہُوا ہو تو ایک دِن یہ بد خیالات لڑائی جھگڑے کی صُورت میں باہر نکلیں گے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی دُوسری آیت میں کہتا ہے،

''تُم خواہش کرتے ہو اور تُمہیں مِلتا نہیں۔ خُون اور حسد کرتے ہو اور کُچھ حاصِل نہیں کر سکتے۔ تُم جھگڑتے اور لڑتے ہو۔ تُمہیں اِس لِئے نہیں مِلتا کہ مانگتے نہیں۔''

اگر شہوت پرستی کی خواہش پوری نہ ہو تو اِنسان اِس حد تک ظالم بن جاتا ہے کہ

کِسی کا خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اور خون کرنے کے بعد بھی اُس کی حسد کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی۔

''تُم جھگڑتے اور لڑتے ہو۔ تُمہیں اِس لِئے نہیں مِلتا کہ مانگتے نہیں۔'' لڑائی جھگڑے سے نہیں بلکہ خُدا کے حضُور دُعا کر کے ہمیں اپنی جائز خواہشات کو پورا کرنا چاہیے۔ جیسا کہ مسیح خُداوند نے فرمایا، ''۔۔۔فکرمند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے؟ کیونکہ اِن سب چیزوں کی تلاش میں غیر قَومیں رہتی ہیں اور تُمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تُم اِن سب چیزوں کے مُحتاج ہو۔ بلکہ تُم پہلے اُس کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تُم کو مِل جائیں گی۔'' (متّی ۶:۳۱۔۳۳)

یعقُوبؔ کہتا ہے، ''تُم مانگتے ہو اور پاتے نہیں اِس لِئے کہ بُری نِیت سے مانگتے ہو تا کہ اپنی عَیش و عِشرت میں خرچ کرو۔'' (یعقُوب ۴:۳) اِن قاتل اور جھگڑا کرنے والے لوگوں میں سے کُچھ ایسے بھی تھے جو خُدا سے مانگتے تھے، مگر اُن کو کُچھ نہیں ملتا تھا کیونکہ اُن کی نیت ٹھیک نہ تھی۔ وہ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ یہاں عیش و عشرت کا مطلب شہوت پرستی ہے۔

خُدا کے حضُور دُعا مانگتے وقت نیت بالکل صاف ہونی چاہیے اور جب دُعا قبول ہو جائے تو خُدا کی مرضی کے تابع رہ کر زندگی گزارنی چاہیے۔ لیکن شہوت پرستی ایک ایسا فعل ہے جو صریحاً خُدا کی تابعداری کے خلاف ہے۔

جب ہم دُنیاوی خواہشات پوری کرنے کے لِئے اِلٰہی نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اِلٰہی تابعداری کی حدُود سے نکل کر اِلٰہی

نافرمانبرداری کی حدود میں چلے جاتے ہیں اور دُنیاوی محبّت کو اِلٰہی محبّت پر ترجیح دیتے ہیں۔

اُنیسواں باب

دُنیا سے دوستی

(یعقُوب ۴:۴۔۷)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۴ آیت میں لکھتا ہے، ''اَے زِنا کرنے والیو! کیا تُمہیں نہیں معلُوم کہ دُنیا سے دوستی رکھنا خُدا سے دُشمنی کرنا ہے؟ پس جو کوئی دُنیا کا دوست بننا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو خُدا کا دُشمن بناتا ہے۔'' خُدا کے نزدیک دُنیا سے محبّت و دوستی رکھنا ویسا ہی گھناؤنا اور مکرُوہ گُناہ ہے جس طرح زناکاری۔ یعقُوبؔ یہاں اُن لوگوں سے مخاطب ہے جن کا رہن سہن اور اُٹھنا بیٹھنا بالکل دُنیاوی تھا۔ اُن کی دُنیا سے دوستی کا واضح ثبوت اُن کے ہاں جھگڑوں، دنگا فساد، حسد و لالچ اور قتل و خون سے ملتا ہے۔ یِسُوعؔ مسیح نے خود فرمایا، ''دُنیا تُم سے عداوت نہیں رکھ سکتی لیکن مُجھ سے رکھتی ہے کیونکہ مَیں اُس پر گواہی دیتا ہُوں کہ اُس کے کام بُرے ہیں۔'' (یُوحنّا ۷:۷)

دُنیا کے بُنیادی اصُول خُدا کی مرضی کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ یُوحنّاؔ رسُول کہتا ہے، ''۔۔۔جو کوئی دُنیا سے محبّت رکھتا ہے اُس میں باپ کی محبّت نہیں کیونکہ جو کُچھ دُنیا میں ہے یعنی جِسم کی خواہِش اور آنکھوں کی خواہِش اور زِندگی کی شیخی وہ باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دُنیا کی طرف سے ہے۔ دُنیا اور اُس کی

خواہش دونوں مِٹتی جاتی ہیں لیکن جو خُدا کی مرضی پر چلتا ہے وہ ابد تک قائم رہے گا۔'' (۱۔یُوحنّا ۲:۱۵۔۱۷)

''جو کوئی'' یعقُوبؔ کا یہ اشارہ صِرف مسِیحیوں کی طرف نہیں بلکہ وہ ''جو کوئی'' میں غیر مسِیحیوں کو بھی شامل کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''۔۔۔جو کوئی دُنیا کا دوست بننا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو خُدا کا دُشمن بناتا ہے۔'' (یعقُوب ۴:۴)

یعقُوبؔ ۴ باب کی ۵ آیت میں کہتا ہے، ''کیا تُم یہ سمجھتے ہو کہ کِتابِ مُقدس بے فائِدہ کہتی ہے؟ جس رُوح کو اُس نے ہمارے اندر بسایا ہے کیا وہ ایسی آرزُو کرتی ہے جس کا انجام حسد ہو؟'' یعقُوبؔ یہاں جن لوگوں سے مخاطب ہے وہ پرانے عہد نامے کے صحائف سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ اور یعقُوبؔ یہ دعویٰ سے کہتا ہے کہ جو کچھ وہ دُنیا کے بارے میں یہاں بتا رہا ہے اُن صحائف کے مطابق ہے۔ لیکن جو لوگ دُنیا سے دوستی رکھنا چاہتے تھے وہ پاک صحائف کی گواہی قبول کرنے کو ہرگز تیار نہ تھے بلکہ یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ جس رُوح کو خُدا نے ہمارے اندر بسایا ہے وہ خود ایسی آرزو کرتی ہے۔ اور یُوں حسد و خون کرنے کا سارا الزام خُدا پر لگاتے تھے کہ یہ تو اُسی کی رُوح ہے جو ہمیں ایسے کاموں پر اُکساتی ہے۔ یعقُوبؔ اِس الزام کا بڑی سختی سے اِنکار کرتے ہُوئے لکھتا ہے، ''وہ تو زیادہ توفِیق بخشتا ہے۔ اِسی لِئے یہ آیا ہے کہ خُدا مغرُوروں کا مُقابلہ کرتا ہے مگر فرُوتنوں کو توفِیق بخشتا ہے۔'' (یعقُوب ۶:۴)

خُدا نے جو رُوح ہمارے اندر بسائی ہے وہ ہمیں کبھی بھی بدی کی طرف راغب نہیں کرتی، لیکن اگر ہم مغرور و گھمنڈی بن جائیں تو پھر دُنیاوی خواہشات میں اُلجھ کر دُنیا کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ یعقُوبؔ اُنہیں یاد دِلاتا ہے کہ ''۔۔۔خُدا مغرُوروں کا مُقابلہ کرتا ہے مگر فرُوتنوں کو توَفِیق بخشتا ہے۔'' جیسا کہ پاک کلام میں لکھا ہے، ''یقِیناً وہ ٹھٹّھابازوں پر ٹھٹّھے مارتا ہے لیکن فرُوتنوں پر فضل کرتا ہے۔'' (امثال ۳:۳۴)

امثال کی کتاب کے اِس حوالے کے علاوہ وہ پاک کلام سے کئی اَور حوالاجات کا نچوڑ اُن کے سامنے پیش کرتا ہے، جیسے زبُور ۲۵ کی ۹ آیت: ''وہ حلِیموں کو اِنصاف کی ہِدایت کرے گا۔ ہاں وہ حلِیموں کو اپنی راہ بتائے گا۔''

زبُور ۱۳۸ کی ۶ آیت: ''کیونکہ خُداوند اگرچہ بلند و بالا ہے توَ بھی خاکسار کا خیال رکھتا ہے۔ لیکن مغرُور کو دُور ہی سے پہچان لیتا ہے۔''

اور یسعیاہؔ نبی کی کتاب کے ۵۷ باب کی ۱۵ آیت کا حوالہ: ''کیونکہ وہ جو عالی اور بلند اور ابدُالآباد تک قائم ہے جس کا نام قدُّوس ہے یُوں فرماتا ہے کہ مَیں بلند اور مُقدس مقام میں رہتا ہُوں اور اُس کے ساتھ بھی جو شِکستہ دِل اور فرُوتن ہے تا کہ فرُوتنوں کی رُوح کو زِندہ کرُوں اور شِکستہ دِلوں کو حیات بخشُوں۔''

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۷ آیت میں لکھتا ہے، ''پس خُدا کے تابِع ہو جاؤ اور اِبلِیس کا مُقابلہ کرو تو وہ تُم سے بھاگ جائے گا۔'' معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یعقُوبؔ امثال کی کتاب کے ۳ باب اُس کی ۳۴ آیت

کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے جہاں لکھا ہے، ''یقیناً وہ ٹھٹّھابازوں پر ٹھٹّھے مارتا ہے لیکن فرُوتنوں پر فضل کرتا ہے۔'' اِس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ہم خُدا کے تابع رہیں تو وہ ہمیں حلیمی و فرُوتنی بخشتا ہے۔ خُدا کا بھاری فضل ہم پر اُسی صُورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ہم صاف دِلی سے اپنے آپ کو اُس کے سپُرد کر دیں۔ لیکن یعقُوبؔ جن یہُودی لوگوں سے مخاطب ہے وہ خُدا کے تابع نہیں رہنا چاہتے تھے بلکہ اپنے وحشیانہ اور ظالمانہ طرزِ زندگی کا ذمہ دار خُدا کو ٹھہراتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ خُدا نے ہمیں رُوح ہی ایسی بخشی ہے جو اِن بُرے کاموں پر اُکساتی ہے۔ یُوں وہ اپنی باغیانہ سوچ کی وجہ سے خُدا کے تابع نہیں رہتے تھے بلکہ خُدا کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

لیکن یعقُوبؔ یہ کہتا ہے کہ ابلیس یعنی شیطان کا مقابلہ کرو اور خُدائے قدُّوس کے تابع ہو جاؤ۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ جس طرح شیطان کا مقابلہ کرنا ضرُوری ہے اُسی طرح خُدا کی تابعداری کرنا بھی نہایت ضرُوری ہے۔ کیونکہ ہم شیطان پر صِرف اور صِرف خُدا کے تابع رہ کر ہی غالب آ سکتے ہیں۔ خُدا کے حضُور حلیمی و عاجزی سے کھڑے ہو کر ہم شیطان کے سامنے دلیری و جرأت سے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم سمجھیں کہ ہم اپنی حکمت و طاقت پر بھروسہ کر کے شیطان کے ناپاک ارادوں کو کُچل سکتے ہیں تو یہ ناممکن ہے۔ شیطان ہماری کمزوری کو خوب جانتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم خُدا سے دُور ہو جائیں تا کہ اُسے اپنا پورا کام کرنے کا موقع مِل سکے۔ شیطان خوب جانتا ہے کہ وہ ہم میں باغیانہ روش کا بیج بو کر ہم پر غلبہ پا سکتا ہے۔

بیسواں باب

خُدا کے نزدِیک جاؤ!

(یعقُوب ۴: ۸-۱۱)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۸ آیت میں لکھتا ہے۔ ''خُدا کے نزدِیک جاؤ تو وہ تُمہارے نزدِیک آئے گا۔ اَے گُناہگارو! اپنے ہاتھوں کو صاف کرو اور اَے دو دِلو! اپنے دِلوں کو پاک کرو۔'' ہمیں خُدا کے نزدیک جانے کے لِئے جگہ تبدیل کرنے کی ضرُورت نہیں یعنی اِدھر سے اُدھر بھاگنے دوڑنے کی ضرُورت نہیں کیونکہ خُدا کی پاک ذات ہر جگہ حاضر موجود ہے۔ ہمیں جگہ کی تبدیلی کی نہیں بلکہ دِل کی تبدیلی کی ضرُورت ہے۔

یعقُوبؔ جن لوگوں سے مخاطب ہے اُن میں سے کچھ قاتل اور خونی تھے۔ جیسا کہ اُس نے پہلے کہا کہ ''تُم خواہش کرتے ہو اور تُمہیں مِلتا نہیں۔ خُون اور حسد کرتے ہو اور کُچھ حاصِل نہیں کر سکتے۔۔۔'' (یعقُوب ۴: ۲) اپنے اِلہامی خط کے پانچویں باب میں یعقُوبؔ اُن کو یاد دلاتا ہے کہ ''تُم نے راستباز شخص کو قصُوروار ٹھہرایا اور قتل کِیا وہ تُمہارا مُقابلہ نہیں کرتا۔'' (یعقُوب ۵: ۶) بے شک اِنہی لوگوں میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے رومی سرداروں سے مِل کر المسیح کو صلیب پر لٹکایا تھا۔ یعقُوبؔ یہاں مسیح کے راستباز ہونے کا ذکر اُن پر یہ ظاہر کرنے کے لِئے کرتا ہے کہ اگر وہ اپنے بُرے کاموں سے باز آئیں اور

رُوحانی طور پر خُدا کے نزدیک آ جائیں تو پھر خُدا بھی اُن کے نزدیک آئے گا۔ گُناہگار اِنسان کے لِئے اِس سے بڑی نجات کی اُمید اَور کیا ہو سکتی ہے؟ ہم نے خواہ کِتنے ہی سنگین گُناہ کیوں نہ کِئے ہوں، اگر ہم سچے دِل سے اپنے گُناہوں کی معافی مانگ کر خُدا کے نزدیک آ جائیں تو ہمارے گُناہ ہمیشہ کے لِئے دُھل سکتے ہیں۔

کیا خُدا سے معافی پانا ایک مشکل مرحلہ ہے؟ ہرگز نہیں! اِس کے لِئے ہمیں دو قدم اُٹھانے کی ضرُورت ہے: پہلا، جیسا کہ یعقُوبؑ نے کہا کہ ''اپنے ہاتھوں کو صاف کرو''۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنا طرزِ زندگی تبدیل کرنے کی ضرُورت ہے۔ اور جب ہم اپنے آپ کو بدل کر خُدا کے نزدیک آتے ہیں تو گُناہ سے باز رہتے ہیں۔ دُوسرا قدم، جیسا کہ یعقُوبؑ نے کہا کہ ''اپنے دِلوں کو پاک کرو''۔ اِس میں گُناہوں کی معافی شامل ہے اور یہ صِرف اور صِرف اُس نجات دہندہ کی معرفت ہو سکتا ہے جس کو خُدا نے دُنیا میں بھیجا۔ اُس نجات دہندے کو ہم خُدا کا برّہ کہتے ہیں کیونکہ اُس نے صلیب پر اپنا پاک خون بہا کر ہمارے گُناہوں کا کفارہ دیا۔

''اَے دو دِلو'' یعقُوبؑ اُنہیں دو دِلا کہہ کر مخاطب ہوتا ہے۔ اُن کے دو دِلا ہونے کی وجہ سے اُنہیں خُدا سے گُناہوں کی معافی نہیں مل سکی۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم گُناہوں سے معافی پانا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ دِل و جان سے اِلٰہی نجات کو تلاش کریں۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۹ اور ۱۰ آیت میں لکھتا ہے، ''افسوس اور ماتم کرو اور روؤ۔ تُمہاری ہنسی ماتم سے بدل جائے اور تُمہاری خُوشی اُداسی سے۔ خُداوند کے سامنے فروتنی کرو۔ وہ تُمہیں سر بلند کرے گا۔''

''افسوس اور ماتم کرو اور روؤ'' اِس آیت میں خُدا پرستی کے اُس غم کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پَولُسؔ رسُول نے کُرِنتھیوں کے نام اپنے دُوسرے خط میں کِیا۔ لکھا ہے، ''۔۔۔خُدا پرستی کا غم ایسی تَوبہ پَیدا کرتا ہے جس کا انجام نجات ہے اور اُس سے پچھتانا نہیں پڑتا مگر دُنیا کا غم موت پَیدا کرتا ہے۔'' (۲۔کُرِنتھیوں ۷:۱۰)

اور دسویں آیت کے آخری حِصے میں یعقُوبؔ کہتا ہے، ''۔۔۔خُداوند کے سامنے فروتنی کرو۔ وہ تُمہیں سر بلند کرے گا۔'' یُوں لگتا ہے کہ یعقُوبؔ یہاں یِسُوعؔ المسیح کی اُس تمثیل کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس کا لُوقاؔ کی اِنجیل میں ذکر ہے۔ لکھا ہے، ''پھر اُس نے بعض لوگوں سے جو اپنے پر بھروسا رکھتے تھے کہ ہم راستباز ہیں اور باقی آدمیوں کو ناچیز جانتے تھے یہ تمثِیل کہی، کہ دو شخص ہَیکل میں دُعا کرنے گئے۔ ایک فریسی، دُوسرا محصُول لینے والا۔ فریسی کھڑا ہو کر اپنے جی میں یُوں دُعا کرنے لگا کہ اَے خُدا! مَیں تیرا شُکر کرتا ہُوں کہ باقی آدمیوں کی طرح ظالم، بے اِنصاف، زِناکار یا اِس محصُول لینے والے کی مانِند نہیں ہُوں۔ مَیں ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر دَہ یکی دیتا ہُوں۔ لیکن محصُول لینے والے نے دُور کھڑے ہو کر اِتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائے بلکہ چھاتی پِیٹ پِیٹ کر کہا کہ اَے خُدا! مُجھ گُناہگار پر رحم

کر۔ مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ یہ شخص دُوسرے کی نِسبت راستباز ٹھہر کر اپنے گھر گیا کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کِیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کِیا جائے گا۔" (لُوقا ۱۸: ۹-۱۴)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۱۱ آیت میں لکھتا ہے، "اَے بھائیو! ایک دُوسرے کی بد گوئی نہ کرے۔ جو اپنے بھائی کی بد گوئی کرتا یا بھائی پر اِلزام لگاتا ہے وہ شرِیعت کی بد گوئی اور شرِیعت پر اِلزام لگاتا ہے اور اگر تُو شرِیعت پر اِلزام لگاتا ہے تو شرِیعت پر عمل کرنے والا نہیں بلکہ اُس پر حاکِم ٹھہرا۔" اِس آیت میں یعقُوبؔ کا لب و لہجہ کافی بدلا ہُوا ہے۔ پہلی دَس آیات میں یعقُوبؔ اُن لوگوں سے مخاطب تھا جو عیاش، دُنیا پرست، ہوس پرست، خونی، لالچی اور لڑائی مارکٹائی کرنے والے، اور نہایت مغرور تھے اور یہی وجہ تھی کہ خُدا کے تابع رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اُنہوں نے خُدا کو موقع ہی نہ دیا کہ وہ اُن کے دِلوں کو پاک صاف کرے۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مسِیحی نہیں تھے۔ مگر مسِیحی نہ ہونے کے باوجود وہ پاک صحائف کا پیغام سُنتے تھے۔ لیکن ۱۱ آیت کا پیغام اُن لوگوں کے لِئے ہے جنہیں وہ "بھائی" کہتا ہے۔ اِن لوگوں کا گُناہ عیاشی، لالچ، لڑائی جھگڑا، وغیرہ نہیں تھا بلکہ وہ غیبت اور بد گوئی جیسے گُناہ میں پھنسے ہُوئے تھے۔ یہاں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یعقُوبؔ نے اپنے اِلہامی خط میں دو مختلف گروہوں کو مخاطب کِیا ہے: یہ خط اُن لوگوں کو سنایا گیا جو یہُودیوں کے عبادت خانے میں اکٹھے ہُوئے تھے۔ اُن میں سے کچھ لوگ مسیح یِسُوعؔ کے تابع تھے اور کچھ مسیح کے تابع نہیں تھے۔

اِکیسواں باب

شرِیعت پر حاکم اور کاروبار میں گھمنڈ

(یعقُوب ۴:۱۱-۱۴)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۱۱ آیت میں لکھتا ہے، ’’اَے بھائیو! ایک دُوسرے کی بدگوئی نہ کرے۔ جو اپنے بھائی کی بدگوئی کرتا یا بھائی پر اِلزام لگاتا ہے وہ شرِیعت کی بدگوئی اور شرِیعت پر اِلزام لگاتا ہے اور اگر تُو شرِیعت پر اِلزام لگاتا ہے تو شرِیعت پر عمل کرنے والا نہیں بلکہ اُس پر حاکم ٹھہرا۔‘‘ اِس آیت سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ بھائی پر الزام لگانا منع ہے۔ الزام دو قِسم کا ہوتا ہے، سچا اور جھوٹا۔ جھوٹا الزام درحقیقت بہتان ہوتا ہے۔ ایسا الزام لگانا اُس بادشاہی شرِیعت کے خلاف ہے جس کا ذکر یعقُوبؔ نے اپنے خط کے ۲ باب کی ۸ آیت میں کِیا ہے۔ بادشاہی شرِیعت میں لکھا ہے کہ ’’۔۔۔اپنے پڑوسی سے اپنی مانِند محبّت رکھ۔۔۔‘‘ اگر ہم اِس بادشاہی شرِیعت کے خلاف کِسی بھائی پر جھوٹا الزام لگائیں تو ہم پڑوسی اور بادشاہی شرِیعت دونوں کی بے عزتی کرتے ہیں۔ اِس طرح ہم شرِیعت پر الزام لگانے والے ٹھہرتے ہیں اور جیسا کہ لکھا ہے ہم اپنے آپ کو اُس پر حاکم ٹھہراتے ہیں۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۱۲ آیت میں لکھتا ہے، ''شرِیعت کا دینے والا اور حاکِم تو ایک ہی ہے جو بچانے اور ہلاک کرنے پر قادِر ہے۔ تُو کون ہے جو اپنے پڑوسی پر اِلزام لگاتا ہے؟''

وہ یونانی لفظ جس کا ترجمہ اردو میں ''حاکِم'' کِیا گیا ہے، اُس کا صحیح مطلب ہے ''مُنصِف۔'' وہ ایسا منصف ہے جو فیصلہ کر سکتا ہے کہ قانون درست ہے یا غلط۔ منصف کا عہدہ رکھنے کے لِئے دو خوبیوں کا ہونا بہت ضرُوری ہے۔ مُنصِف نہ صِرف ہلاک کرنے پر قادر ہو بلکہ بچانے کی بھی قدرت رکھتا ہو۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف جھوٹی گواہی دے کر عدالت سے موت کی سزا تو دلوا سکتے ہیں مگر صِرف خُدا ہی اُسے بچانے اور نجات دینے پر قادر ہے۔

اور یعقُوبؔ ۴ باب کے آخری حِصے میں ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ کِس طرح ہم اپنا کاروبار خُدا کے سپُرد کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنا کاروبار خُدا کے سپُرد کریں تو پھر یقیناً اِلٰہی مدد حاصل ہوسکتی ہے۔ ہم اِلٰہی مدد کے بغیر خود اپنا کاروبار نہیں سنبھال سکتے کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ کل کیا ہو گا۔ وہ لوگ جن سے یعقُوبؔ اپنے خط میں مخاطب ہے بہت مغرور تھے اور نہایت تکبر سے شیخی مارتے ہُوئے کہتے تھے کہ ہم یہ کر دیں گے، ہم وہ کر دیں گے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۱۳ اور ۱۴ آیت میں لکھتا ہے، ''تُم جو یہ کہتے ہو کہ ہم آج یا کل فُلاں شہر میں جا کر وہاں ایک برس ٹھہریں گے اور سوداگری کر کے نفع اُٹھائیں گے اور یہ جانتے نہیں کہ کل کیا ہو

گا۔ ذرا سُنو تو! تُمہاری زِندگی چِیز ہی کیا ہے؟ بُخارات کا سا حال ہے۔ ابھی نظر آئے، ابھی غائب ہو گئے۔"

یہ گھمنڈی لوگ چار باتوں کے بارے میں گھمنڈ کرتے تھے: "ہم فُلاں شہر جائیں گے،" "وہاں ایک برس رہیں گے،" "سوداگری کریں گے" اور "نفع اُٹھائیں گے۔" لیکن اُنہیں معلوم نہیں تھا کہ کاروبار میں کامیابی کے لِئے چار چیزیں نہایت ضرُوری ہیں: پہلی، کاروبار کرنے والے کی صحت۔ اگر اُس کی صحت ٹھیک نہیں تو وہ کاروبار میں دھیان نہیں دے سکتا۔ دُوسری، سفر میں درپیش حالات۔ اگر سفر میں حالات کاروبار کرنے کے لِئے سازگار نہ ہوں تو کاروبار میں کامیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تیسری، اُس شہر یا جگہ امن و امان کی صورتِ حال۔ اگر اُس شہر میں جہاں کاروبار کرنا ہو بدامنی اور انتشار ہو تو کاروبار میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور چوتھی ضرُوری چیز، اُس شہر کی معاشی حالت۔ اگر اُس شہر کی معاشی حالت خراب ہو تو کامیابی ناممکن ہے۔ لہٰذا ہم آئندہ کے لِئے شیخی نہیں مار سکتے کہ وہاں جا کر کاروبار میں خوب کامیابی حاصل کریں گے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم زندہ ہی نہ رہیں۔ جیسا کہ حضرت سُلیمانؔ نے اپنی اِلہامی کتاب امثال میں لکھا ہے، "کل کی بابت گھمنڈ نہ کر کیونکہ تُو نہیں جانتا کہ ایک ہی دِن میں کیا ہوگا۔" (امثال ۲۷:۱)

یِسُوعؔ المسیح نے یہ حقیقت ہم پر یُوں ظاہر کی جب اُس نے ایک شیخی باز کے بارے میں بتایا کہ کِس طرح اُس نے شیخی مارتے ہُوئے دعویٰ کِیا کہ "۔۔۔مَیں یُوں کرُوں گا کہ اپنی کوٹھیاں ڈھا کر اُن سے بڑی بناؤں گا اور اُن

میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھُوں گا اور اپنی جان سے کہُوں گا اَے جان! تیرے پاس بہت برسوں کے لِئے بہت سا مال جمع ہے۔ چَین کر۔ کھا پی۔ خُوش رہ۔ مگر خُدا نے اُس سے کہا اَے نادان! اِسی رات تیری جان تُجھ سے طلب کر لی جائے گی۔ پس جو کُچھ تُو نے تیار کِیا ہے وہ کِس کا ہو گا؟'' (لُوقا ۱۲:۱۸۔۲۰)

حضرت ایُوّبؔ کی کتاب میں لکھا ہے، ''کیونکہ ہم تو کل کے ہیں اور کُچھ نہیں جانتے اور ہمارے دِن زمین پر سایہ کی مانِند ہیں۔'' (ایُوّب ۸:۹)

اِسی طرح تواریخ کی کتاب میں لکھا ہے، ''۔۔۔ہم تیرے آگے پردیسی اور مُسافِر ہیں جیسے ہمارے سب باپ دادا تھے۔ ہمارے دِن روئے زمین پر سایہ کی طرح ہیں اور قیام نصِیب نہیں۔'' (۱۔تواریخ ۲۹:۱۵۔۱۶)

اِن آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ ہم آج ہیں اور کل نہیں۔ اور جب ہماری حالت ایسی ہے تو پھر تکبر اور گھمنڈ کِس بات کا؟ کِس بات کی شیخی کہ ہم کل یہ کر دیں گے یا وہ کر دیں گے؟ کیوں نہ زمین پر اپنی زندگی خُدا کی مرضی اور راہنمائی میں گزاریں تا کہ وہ نہ صِرف ہمیں صحت بخشے بلکہ ہمارے کاروبار کو بھی کامیاب کرے۔ ہم اپنی مرضی سے ایک تِنکا بھی نہیں ہلا سکتے۔ ہاں، اگر خُدا چاہے تو ہم رستے میں کھڑا پہاڑ بھی ہٹا سکتے ہیں۔ بنی نوع اِنسان فانی ہے مگر خُدا چاہے تو زمین پر ہماری عمر دراز ہو سکتی ہے۔ اِس لِئے ضرُوری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اور اپنے کاوبار کو حلیمی سے خُدا کے سپُرد کر دیں تا کہ اِلٰہی برکات حاصل کریں۔

بائیسواں باب

کاروبار کرنے کے پانچ اصُول

(یعقُوب ۴: ۱۵-۱۷)

یعقُوبؑ اپنے اِلہامی خط کے ۴ باب کی ۱۵ آیت میں لکھتا ہے، ''یُوں کہنے کی جگہ تُمہیں یہ کہنا چاہیے کہ اگر خُداوند چاہے تو ہم زِندہ بھی رہیں گے اور یہ یا وہ کام بھی کریں گے۔''

''اگر خُداوند چاہے'' یا ''اگر خُداوند کی مرضی ہو'' اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری زندگی اور ہمارے کاروبار کے بارے میں خُدا کی مرضی شامل ہے۔ ہمیں ہر قدم پر کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا ہر منصوبہ اُس کی مرضی اور خواہش کے مطابق ہو۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا کاروباری منصونہ بندی کرنے کے لِئے وقت سازگار ہے؟ اور کیا خُدا کی مرضی ہے کہ کاروبار شروع کر دیا جائے؟ ہر کاروبار کے لِئے ایک مناسب وقت ہوتا ہے جس کے دوران وہ کاروباری منصوبہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کلامِ مُقدس میں لکھا ہے، ''ہم نیک کام کرنے میں ہمت نہ ہاریں کیونکہ اگر بے دِل نہ ہوں گے تو عین وقت پر کاٹیں گے۔'' (گلتیوں ۶:۹)

کاروبار میں کامیابی کے لِئے ہمیں نہ صِرف صبر سے اُس عین وقت کا اِنتظار کرنا چاہیے بلکہ اِن پانچ باتوں پر خاص طور پر دھیان دینا چاہیے:

نمبر ا، مرضی و مقصد۔ سب سے پہلے ہمیں یہ جاننے کی ضرُورت ہے کہ یہ کاروباری منصوبہ خُدا کے مطابق ہے یا نہیں۔ بائبل مُقدس میں ایک شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ ''۔۔۔وہ اپنے دِل میں سوچ کر کہنے لگا کہ مَیں کیا کرُوں کیونکہ میرے ہاں جگہ نہیں جہاں اپنی پَیداوار بھر رکھّوں؟'' (لُوقا ۱۲:۱۷) مطلب یہ ہے کہ اُس کے پاس ایسی دولت تھی جسے فضول پڑے رہنا تھا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں یعقُوبؔ کہتا ہے، ''تمُہارے سونے چاندی کو زنگ لگ گیا۔۔'' (یعقُوب ۵:۳) ہماری زندگی کا کوئی اعلیٰ مقصد ہونا چاہیے، اور یہ صِرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ اگر ہماری زندگی خُدا کی مرضی کے عین مطابق ہو۔ اور جب ہماری زندگی کا مقصد خُدا کی مرضی کے مطابق نہیں ہو گا تو ساری دولت اور روپیہ پیسہ عیش و عشرت میں خرچ ہو گا، قیمتی سے قیمتی کپڑے پہنیں گے، اور خوب شان و شوکت سے زندگی گزاریں گے، فضول پارٹیوں میں روپیہ برباد کریں گے۔ مگر خُدا اپنے بندوں کو کامیابی بخشتا ہے کہ وہ اِلٰہی مرضی کے مطابق دُوسروں کے لِئے برکت کا باعث بنیں۔ جیسا کہ پاک کلام میں لکھا ہے، ''جس کِسی کے پاس دُنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو مُحتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خُدا کی محبّت کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟'' (ا۔یُوحنّا ۳:۱۷)

نمبر ۲، آسودگی اور قناعت پسندی۔ یہ دونوں خُدا کی برکتیں ہیں۔ جب دولت کی فراوانی ہو اور اُس سے آسودگی حاصل نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ہمارے طرزِ زندگی میں کچھ خرابی ہے۔ اِس بارے میں حجّی نبی کہتا ہے، ''تُم نے بہت سا بُویا

پر تھوڑا کاٹا۔ تُم کھاتے ہو پر آسُودہ نہیں ہوتے۔ تُم پیتے ہو پر پیاس نہیں بجھتی۔ تُم کپڑے پہنتے ہو پر گرم نہیں ہوتے اور مزدُور اپنی مزدُوری سُوراخدار تھیلی میں جمع کرتا ہے۔" (حجّی ۱:۶)

پاک صحائف میں ایک اَور مقام پر لکھا ہے، " اِس مَوجُودہ جہان کے دَولتمندوں کو حکم دے کہ مغرُور نہ ہوں اور ناپائیدار دَولت پر نہیں بلکہ خُدا پر اُمید رکھیں جو ہمیں لُطف اُٹھانے کے لِئے سب چیزیں اِفراط سے دیتا ہے۔" (۱۔تیمُتھیُس ۱۷:۶)

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ مادی چیزیں ہمیں آسُودہ نہیں کرسکتیں۔ جیسا کہ المسیح نے فرمایا، "۔۔۔آدمی صِرف روٹی ہی سے جِیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو خُدا کے مُنہ سے نِکلتی ہے۔" (متّی ۴:۴) اِس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہم دولت سے نہیں بلکہ خُدا کے کلام سے آسودہ ہو سکتے ہیں۔

نمبر ۳، تحفظ۔ دُنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اِس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ دولت اُن کو ہر طرح کا تحفظ دے سکتی ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ دولت ہونے کے باوجود وہ غیر محفوظ ہیں۔ جیسا کہ المسیح نے فرمایا، "اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہان کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں بلکہ اپنے لِئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔" (متّی ۱۹:۶۔۲۰) آج ہر شخص دولتمند بننے کے خواب دیکھ رہا ہے لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ دولتمند ہونا پائیداری اور مضبوطی کا نشان نہیں ہے۔ اگر خُدا ہمیں مال و

دولت بخشے تو ہمیں کبھی نہیں بھُولنا چاہیے کہ ہم دولت پانے کے بعد بھی محفوظ نہیں ہیں۔ تحفظ دولت سے نہیں بلکہ خُدا کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۴، ذمہ داری۔ جب خُدا ہمیں دولت بخشتا ہے تو ہم پر ایک ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ سب کچھ اپنی ہی ذات پہ خرچ نہ کریں بلکہ خُدا کی راہ میں بھی کچھ دیں۔ المسیح نے کیا خوب فرمایا ہے، ''۔۔۔جسے بہت دِیا گیا اُس سے بہت طلب کِیا جائے گا اور جسے بہت سونپا گیا ہے اُس سے زیادہ طلب کریں گے۔'' (لُوقا ۴۸:۱۲)

نمبر ۵، نجات۔ خُدا اپنے لوگوں کو برکت بخشتا ہے تا کہ وہ نجات کے طلب گار ہوں۔ المسیح نے فرمایا، ''۔۔۔اگر آدمی ساری دُنیا حاصِل کرے اور اپنی جان کا نُقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہو گا؟'' (متّی ۲۶:۱۶) ہمیں ہر وقت خبردار رہنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی فکر اور دولت کا فریب خُدا کے کلام کو جو ہمارے اندر بویا گیا ہے دبا دے۔ امثال کی کتاب میں لکھا ہے، ''۔۔۔مُجھ کو نہ کنگال کر نہ دَولتمند۔ میری ضرُورت کے مُطابِق مُجھے روزی دے۔ ایسا نہ ہو کہ مَیں سیر ہو کر اِنکار کرُوں اور کہُوں خُداوند کون ہے؟ یا مبادا مُحتاج ہو کر چوری کرُوں اور اپنے خُدا کے نام کی تکفِیر کرُوں۔'' (امثال ۳۰: ۸-۹)

اور اگر خُدا دولت سے مالا مال کرے تو ہمارا فرض ہے کہ اپنے روپے پیسے کو عیش و عشرت اور فضول خرچی میں برباد نہ کریں بلکہ غریبوں اور محتاجوں کی دِل کھول کر مدد کریں۔

تیئسواں باب

ظالم کا انجام

(یعقوب ۵:۱-۶)

یعقوبؑ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی پہلی چھ آیت میں غریبوں پر ظُلم وستم کے بارے میں لکھتا ہے۔"اَے دَولتمندو ذرا سُنو تو! تُم اپنی مُصِیبتوں پر جو آنے والی ہیں روؤ اور واوَیلا کرو۔" (یعقوب ۵:۱) دولتمند ہونا کوئی گُناہ یا بُری بات نہیں لیکن دولت کا غلط استعمال ہمیں گُناہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یعقوبؑ یہاں جن لوگوں سے مخاطب ہے وہ اپنی گُناہ آلودہ زندگی اور اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے ملعون تھے۔ یہ لوگ مسیح کے اُن پیروکاروں سے مختلف تھے جن کا ذکر یعقوبؑ کے پہلے باب کی دسویں آیت میں ہے۔ وہ لوگ مسیح کی خاطر بہت تکلیف برداشت کرتے تھے۔ لہذا پہلے باب کی ۱۲ آیت کے مطابق ہمیشہ کی زندگی کے وارث تھے۔ مگر یہ دولتمند لوگ اِس لِئے ملعون تھے کہ اُنہوں نے اپنی دولت دُھوکے اور فریب سے جمع کی تھی۔ اِسی لِئے یعقوبؑ کہتا ہے، "دیکھو جن مزدُوروں نے تُمہارے کھیت کاٹے اُن کی وہ مزدُوری جو تُم نے دغا کر کے رکھ چھوڑی چلّاتی ہے اور فصل کاٹنے والوں کی فریاد ربّ اُلافواج کے کانوں تک پُہنچ گئی ہے (یعقوب ۵:۴)۔

اِس کے علاوہ اِن دولتمندوں نے اپنی دولت جائز اور راستباز مقصد کے لِئے استعمال نہیں کی بلکہ عیش و عشرت میں برباد کی۔ یعقوبؔ کہتا ہے، ''تُم نے زمِین پر عَیش و عِشرت کی اور مزے اُڑائے۔ تُم نے اپنے دِلوں کو ذبح کے دِن موٹا تازہ کِیا۔'' (یعقُوب ۵:۵)

اِن لالچی لوگوں نے فضول خرچی کر کے اِتنے کپڑے جمع کر لِئے کہ پڑے پڑے اُن کو کیڑے مکوڑوں نے برباد کر دیا۔ اِسی لِئے یعقُوبؔ کہتا ہے، ''تُمہارا مال بِگڑ گیا اور تُمہاری پوشاکوں کو کِیڑا کھا گیا۔'' (یعقُوب ۵:۲)

اِسی طرح دغا کر کے اُنہوں نے اِتنا سونا چاندی جمع کر لیا کہ پڑے پڑے اُس کو زنگ لگ گیا۔ اِسی لِئے یعقُوبؔ کہتا ہے، ''تُمہارے سونے چاندی کو زنگ لگ گیا اور وہ زنگ تُم پر گواہی دے گا اور آگ کی طرح تُمہارا گوشت کھائے گا۔ تُم نے اخِیر زمانہ میں خزانہ جمع کِیا ہے۔'' (یعقُوب ۵:۳) خُدا نے جب اِس بے انصافی کو دیکھا تو غریبوں کی طرف توجہ دینے لگا کیونکہ اُن کا چلانا اُس کے کان تک پہنچ گیا۔

یعقُوبؔ نے دولتمندوں سے کہا، ''۔۔تُم اپنی مُصِیبتوں پر جو آنے والی ہیں روؤ۔۔۔'' (یعقُوب ۵:۱) باب ۴ اور اُس کی ۹ آیت میں بھی یعقُوبؔ اِسی قِسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے: ''۔۔ماتم کرو اور روؤ۔۔۔'' دونوں جگہ لفظ ''روؤ'' دو مختلف اشارے دیتا ہے۔ باب ۴ میں یعقُوبؔ گُناہوں سے توبہ کرنے کو کہہ رہا ہے۔ اور ۵ باب کی پہلی آیت میں وہ دولتمندوں کو اُن کے آخری انجام کی خبر دے رہا ہے۔ یقینا یہ حالت پہلی حالت سے کہیں زیادہ نازک ہے۔

۵ باب کی آیت ٦ میں یعقُوبؔ کہتا ہے، ''۔۔۔وہ تُمہارا مُقابلہ نہیں کرتا۔'' نُوحؔ نبی کے دِنوں میں خُدا نے لوگوں کو یہی پیغام دیا۔ اِس بارے میں پَیدائش کی کتاب کے ٦ باب کی ٣ آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔خُداوند نے کہا کہ میری رُوح اِنسان کے ساتھ ہمیشہ مُزاحمت نہ کرتی رہے گی۔۔۔'' یعقُوبؔ کے ۵ باب کی ٩ آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عادل خُدا اپنا آخری فیصلہ سُنانے کو ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے، ''۔۔۔دیکھو مُنصِف دروازہ پر کھڑا ہے۔''

اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ اگر بے انصاف اور ظالم دولتمند لوگ اپنے گُناہوں سے توبہ کر کے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایک لمحہ ضائع کِئے بغیر فوراً ایسا کریں۔ یعقُوبؔ اُنہیں کہتا ہے، ''۔۔۔تُم اپنی مُصِیبتوں پر جو آنے والی ہیں روؤ اور واوَیلا کرو۔'' (یعقُوب ۵:١) بے شک یہ مصیبتیں جن کی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے وہ ہیں جو جنگ سے پیدا ہوتی ہیں۔ آیت ۴ میں صاف لکھا ہے، ''۔۔۔فصل کاٹنے والوں کی فریاد ربّ اُلافواج کے کانوں تک پُہنچ گئی ہے۔'' یعقُوبؔ نے اپنے اِس اِلہامی خط کو رومی فوجوں کے یرُوشلیمؔ پر حملے کے چند ماہ پہلے لکھا۔ اُس حملے کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ دولتمند یہُودی جو غریب مسِیحی لوگوں پر ظُلم وستم کرتے تھے تباہ و برباد ہو گئے۔

اُن کی بے انصافی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ وہ غریب مزدُوروں کو دو وقت کی روٹی کھانے کے لِئے تنخواہ بھی نہ دیتے تھے اور خود عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اِسی لِئے یعقُوبؔ اُنہیں یاد دلاتا ہے، ''تُمہارے سونے چاندی کو زنگ لگ گیا اور وہ زنگ تُم پر گواہی دے گا۔۔۔'' (یعقُوب ۵:٣) وہ

اپنے حق میں یہ عذر پیش کرتے تھے کہ تنخواہ دینے کے لِئے اُن کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ اُن کے پاس تنخواہ دینے کے لِئے سونے چاندی کے اِتنے سکے جمع تھے کہ اُن کو پڑے پڑے زنگ لگ چُکا تھا۔ اور وہ زنگ اُن کے جھوٹ کی قلعی کھول رہا تھا۔

آیت ۳ میں یعقُوبؔ کہتا ہے۔ ''۔۔۔تُم نے اخیر زمانہ میں خزانہ جمع کِیا ہے۔'' خُدا تحمل و صبر کرتا ہے، لیکن کب تک؟ ایک دِن انصاف کا ترازو اُس کے ہاتھ میں ضرُور ہو گا۔ اور جنہوں نے بے انصافی اور ظُلم کِئے ہیں اُنہیں سزا ضرُور دے گا۔ غریبوں پر ظُلم و ستم کے بارے میں پرانے عہدنامے کے پاک صحائف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مثلاً اِستِثنا کی کتاب کے ۲۴ باب کی ۱۴ اور ۱۵ آیت میں لکھا ہے، ''تُو اپنے غرِیب اور مُحتاج خادِم پر ظُلم نہ کرنا خواہ وہ تیرے بھائیوں میں سے ہو خواہ اُن پردیسیوں میں سے جو تیرے مُلک کے اندر تیری بستیوں میں رہتے ہوں۔ تُو اُسی دِن اِس سے پہلے کہ آفتاب غرُوب ہو اُس کی مزدُوری اُسے دینا کیونکہ وہ غریب ہے اور اُس کا دِل مزدُوری میں لگا رہتا ہے تا نہ ہو کو وہ خُداوند سے تیرے خلاف فریاد کرے اور یہ تیرے حق میں گُناہ ٹھہرے۔''

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۵ آیت میں لکھتا ہے، ''تُم نے زمِین پر عَیش و عِشرت کی اور مزے اُڑائے۔ تُم نے اپنے دِلوں کو ذبح کے دِن موٹا تازہ کِیا۔'' یہ ظالم دولتمند خود تو قیمتی سے قیمتی کپڑے اور طرح طرح کے مزے دار کھانے کھاتے اور عیاشی میں روپیہ پیسہ برباد کرتے تھے مگر غریب

مزدُوروں کو دو وقت کی روٹی کھانے کے لِئے تنخواہ بھی نہ دیتے تھے۔ اِس بے انصافی کی وجہ سے اُنہیں خُدا کی طرف سے سزا ملنے والی تھی۔ یعقُوبؔ اُس اِلٰہی سزا کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہتا ہے، ''۔۔۔تُم نے اپنے دِلوں کو ذبح کے دِن موٹا تازہ کِیا۔'' بے شک یعقُوبؔ کا اشارہ آنے والی جنگ کی طرف ہے۔ جیسا کہ چار آیت میں لکھا ہے، ''۔۔۔کاٹنے والوں کی فریاد ربّ اُلافواج کے کانوں تک پُہنچ گئی ہے۔'' ہم جانتے ہیں کہ صِرف چند ہی سال کے بعد رومیوں نے یہُوداہ کے لوگوں پر زبردست حملہ کِیا اور اُن ظالم امیروں کو سخت ترین سزا دی۔

چوبیسواں باب

مصیبت میں صبر

(یعقُوب ۵:۶-۱۳)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۶ آیت میں لکھتا ہے، ''تُم نے راستباز شخص کو قصُوروار ٹھہرایا اور قتل کِیا وہ تُمہارا مُقابلہ نہیں کرتا۔'' اِس آیت میں بِلا شک و شبہ راستباز شخص مسیح یسُوعؔ ہے۔ المسیح کے بارے میں پاک صحائف میں لکھا ہے، ''۔۔۔وہ سب باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تَو بھی بے گُناہ رہا۔'' (عِبرانیوں ۱۵:۴) اُس کے حق میں یہ بھی لکھا ہے، ''جو گُناہ سے واقِف نہ تھا اُسی کو اُس نے ہمارے واسطے گُناہ ٹھہرایا تا کہ ہم اُس میں ہو کر خُدا کی راستبازی ہو جائیں۔'' (۲-کُرِنتھیوں ۲۱:۵)

جب یعقُوبؔ کہتا ہے کہ ''تُم نے راستباز شخص کو قصُوروار ٹھہرایا اور قتل کِیا۔۔۔'' تو یہ وہ ہی الزام ہے جو پطرسؔ رسُول نے عیدِ پنتکُست کے دِن بے اِیمان یہُودیوں پر لگایا۔ اُس موقع پر پطرسؔ رسُول نے کہا، ''جب وہ خُدا کے مُقرّرہ اِنتظام اور عِلمِ سابِق کے مُوافِق پکڑوایا گیا تو تُم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلُوب کروا کر مار ڈالا'' (اعمال ۲:۲۳)

اور جب یعقُوبؔ کہتا ہے، ''۔۔۔وہ تُمہارا مُقابلہ نہیں کرتا'' تو مطلب یہ ہے کہ خُدا نے بنی نوع اِنسان کو آزادی دے رکھی ہے کہ اگر اُس کے دِل

میں سنگین سے سنگین گُناہ کرنے کی خواہش جنم لے رہی ہے تو وہ آزادی سے ایسا کر سکتا ہے۔ ہاں، یہ ضرُور ہے کہ ایک دِن گُناہ کی سزا ضرُور ملے گی کیونکہ اِلٰہی عدل کا یہی تقاضا ہے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۷ سے ١٢ آیت میں مسیح کے پیروکاروں کو ہدایت دیتے ہُوئے کہتا ہے کہ وہ دُکھ تکلیف میں صبر کریں۔ آیت ۷، ٨ اور ١٠ میں یونانی لفظ جس کا اُردو لفظ ''صبر'' سے ترجمہ کِیا گیا ہے، اُس قِسم کی تکلیف کی طرف اشارہ دیتا ہے جو ستائے جانے کے سبب سے پیش آتی ہے۔ لیکن ١١ آیت میں جس یونانی لفظ کا ترجمہ کِیا گیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کِس طرح دُنیاوی تکلیف کے سامنے کھڑے رہ سکتے ہیں۔

جب ہم ستائے جاتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم اپنے دِل میں یہ فیصلہ کریں خواہ کچھ ہو جائے ہم آخر تک صبر کریں اور پائدار رہیں گے۔ یعقُوبؔ ہمیں کسان کی مثال دیتے ہُوے کہتا ہے، ''پس اَے بھائیو! خُداوند کی آمد تک صبر کرو۔ دیکھو، کِسان زمین کی قیمتی پَیداوار کے اِنتظار میں پہلے اور پچھلے مینہ کے برسنے تک صبر کرتا رہتا ہے۔ تُم بھی صبر کرو اور اپنے دِلوں کو مضبُوط رکھو کیونکہ خُداوند کی آمد قرِیب ہے۔'' (یعقُوب ۵:۷-٨)

اِن دو آیات میں یعقُوبؔ ستائے جانے والے مسیح کے پیروکاروں کو یہ کہہ کر تسلی بخشتا ہے کہ ''خُداوند کی آمد قرِیب ہے۔'' اور جس طرح کسان پچھلے مینہ کے برسنے تک صبر کرتا ہے اُسی طرح مسیح کے پیروکاروں کو بھی معلوم ہے کہ خُداوند ستانے والوں کو لمبی مدت تک ظُلم وستم کی اجازت نہیں دے گا۔ خُداوند

کی جس آمد کا ذکر یہاں کِیا گیا ہے وہ آخری آمد کی طرف اشارہ نہیں دیتی بلکہ ایک سخت ترین سزا کی طرف اشارہ ہے جو ستانے والوں پر آنے والی تھی۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۹ آیت میں لکھتا ہے، ''اَے بھائیو! ایک دُوسرے کی شِکایت نہ کرو تا کہ تُم سزا نہ پاؤ۔ دیکھو مُنصِف دروازہ پر کھڑا ہے۔'' جب یعقُوبؔ کہتا ہے کہ ''۔۔۔مُنصِف دروازہ پر کھڑا ہے۔'' تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصیبت زدہ لوگ لمبی مدت تک ستائے نہیں جائیں گے۔ یعقُوبؔ ستم اٹھانے والوں کو تسلی دیتا ہے کہ اُن پر ظُلم و ستم ختم ہونے والا ہے اور اگر وہ دِلوں کو مضبوط کر کے صبر سے کام لیں تو فتح اُنہی کی ہو گی کیونکہ اِلہامی سمجھ سے اُس کو معلوم ہو گیا تھا کہ رومی فوج بہت جلد بے انصافی کرنے والوں کو سزا دینے والی ہے۔

یہ اِنسانی فطرت ہے کہ جب ہم ستائے جاتے ہیں تو ذرا سی بات پر، اور معمولی سے معمولی شکایت پر بھڑک اٹھتے ہیں۔ اِسی لِئے یعقُوبؔ ہدایت کرتا ہے کہ ''۔۔۔بھائیو! ایک دُوسرے کی شِکایت نہ کرو تا کہ تُم سزا نہ پاؤ۔''

اگر ہم ایُّوبؔ نبی کی زندگی پر غور کریں تو ہمیں بیش قیمت ہدایت ملتی ہے۔ جیسا کہ یعقُوبؔ ۵ باب اُس کی ۱۰ اور ۱۱ آیت میں ہمیں یاد دلاتا ہے، ''اَے بھائیو! جن نبیوں نے خُداوند کے نام سے کلام کِیا اُن کو دُکھ اُٹھانے اور صبر کرنے کا نمُونہ سمجھو۔ دیکھو صبر کرنے والوں کو ہم مُبارک کہتے ہیں۔ تُم نے ایُّوبؔ کے صبر کا حال تو سُنا ہی ہے اور خُداوند کی طرف سے جو اِس کا انجام ہُوا اُسے بھی معلُوم کر لِیا جس سے خُداوند کا بہت ترس اور رحم ظاہِر ہوتا ہے۔''

جب کوئی مسیحؔ کا وفادار ستایا جاتا ہے تو ایُّوبؔ نبی کے نمونے سے اُس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ خُدا ترس و رحم کرنے والا ہے، اور اِسی سبب سے وہ ہمیں مصیبت سے بچائے گا۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۱۲ آیت میں ستائے جانے والوں کو ہدایت دیتے ہُوئے کہتا ہے، ''مگر اَے میرے بھائیو! سب سے بڑھکر یہ ہے کہ قَسم نہ کھاؤ۔ نہ آسمان کی نہ زمِین کی، نہ کِسی اَور چیز کی بلکہ ہاں کی جگہ ہاں کرو اور نہیں کی جگہ نہیں تا کہ سزا کے لائق نہ ٹھہرو۔'' یہاں یعقُوبؔ ہمیں وہی تعلیم دیتا ہے جو المسیح نے اپنے پہاڑی وعاظ میں دی۔ یہ تعلیم متّیؔ کی اِنجیل ۵ باب، اُس کی ۳۳ سے ۳۷ آیت میں ہے۔ یعقُوبؔ جانتا تھا کہ جب اِنسان ستایا جاتا ہے تو بے تاب اور بے چین ہو کر آسانی سے غُصے میں آ سکتا ہے اور قَسم کھا سکتا ہے۔ اور جب وہ ایسا کرتا ہے تو خُدا ناخُوش ہوتا ہے اور اُسے قصُوروار ٹھہراتا ہے۔ اِس لِئے ہمیں قَسم کھانے سے باز رہنا چاہیے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۱۳ آیت میں لکھتا ہے، '' اگر تُم میں کوئی مُصِیبت زدہ ہو تو دُعا کرے۔ اگر خُوش ہو تو حمد کے گیت گائے۔'' یونانی لفظ جس کا یہاں اُردو میں ''مُصِیبت زدہ'' سے ترجمہ کِیا گیا ہے، وہ ہر قِسم کی تکلیف کو ظاہر کرتا ہے خواہ ستائے جانے کے سبب سے ہو یا کِسی بیماری کے سبب سے یا کِسی اَور وجہ سے۔ خُدا چاہتا ہے کہ وہ ہمارا ہر تکلیف میں مددگار ہو بشرطے ہم اُس سے سچے دِل سے دُعا کریں۔ اِسی لِئے پطرسؔ رسُول کہتا ہے۔ ''۔۔۔اپنی ساری فِکر اُسی پر ڈال دو کیونکہ اُس کو تُمہاری فِکر ہے۔'' (۱-پطرس

۷:۵) اور جب خُدا ہماری دُعا کا جواب دیتا ہے اور مصیبت میں ہی ہمیں خُوشی بخشتا ہے تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم دِل و جان سے خُدا کی حمد و ستائش کے گیت گائیں۔ اِس طرح ہم نہ صِرف اپنی خُوشی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ خُدا کا شکر بھی ادا کرتے ہیں۔

پچیسواں باب

اِیمان کے ساتھ دُعا

(یعقُوب ۵:۱۴-۲۰)

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۱۴ آیت میں لکھتا ہے، ''اگر تُم میں کوئی بیمار ہو تو کلیسیا کے بُزُرگوں کو بُلائے اور وہ خُداوند کے نام سے اُس کو تیل مَل کر اُس کے لِئے دُعا کریں۔'' بیماری کی حالت میں ہمیں خُدا سے دُعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں شفا دے لیکن ہم خُدا پرست مددگاروں کو بھی بُلا سکتے ہیں جو ہمارے ساتھ مِل کر خُدا سے منت کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیں تندرستی بخشے۔ کلیسیا میں کچھ عہدے دار ہیں جن کو ہم ''بزرگ'' کہتے ہیں۔ وہ خُدا پرست، تجربہ کار، دیندار اور مسیح کے وفادار ہوتے ہیں جس کے سبب سے اُن کی دُعائیں خاص اثر رکھتی ہیں۔ لیکن وہ بیمار شخص کے پاس جانے کا خود فیصلہ نہیں کرتے بلکہ بیمار کا فرض ہے کہ بزرگوں کو اپنے پاس بُلائے۔ جب بزرگ کِسی بیمار کے لِئے دُعا کرتے ہیں تو صِرف دُعا ہی نہیں کرتے بلکہ مریض کو تیل بھی مَلتے ہیں۔ کچھ بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو تیل مَلنے سے ٹھیک ہو جاتی ہیں اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جو تیل مَلنے سے ٹھیک نہیں ہوتیں۔ تیل کوئی نسخہ یا دوائی نہیں بلکہ تیل مَلنا خُدا کی طرف سے ایک شرط کے طور پر ہے، جو ہمارے اِیمان کی پختگی کو ظاہر

کرتا ہے۔ اگر ہم تیل مَلنے سے اِنکار کریں تو صاف ظاہر ہے کہ ہم خُدا پر بھروسہ نہیں رکھتے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۱۵ آیت میں لکھتا ہے، ''جو دُعا اِیمان کے ساتھ ہو گی اُس کے باعِث بیمار بچ جائے گا اور خُداوند اُسے اُٹھا کھڑا کرے گا اور اگر اُس نے گُناہ کِئے ہوں تو اُن کی بھی مُعافی ہو جائے گی۔'' اِس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ بیماریاں ہمارے گُناہ کی وجہ سے ہم پر آتی ہیں۔ جیسا کہ المسیح نے ایک بیمار کو شفا دیتے ہُوئے کہا، ''۔۔۔دیکھ تُو تندرُست ہو گیا ہے۔ پھر گُناہ نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تجُھ پر اِس سے بھی زیادہ آفت آئے۔'' (یُوحنّا ۵:۱۴) موجودہ زمانے میں ایڈز ایک ایسی لعنتی بیماری ہے جو گُناہ کے سبب سے پھیلتی ہے۔ اور کِسی مسِیحی کی بیماری گُناہ کے سبب سے ہو تو اُس کے لِئے اُمید ہے، پہلے وہ سچے دِل سے اپنے گُناہوں کی معافی مانگے اور پورے اِیمان سے خُداوند سے شفا مانگے تو وہ گُناہ اور بیماری دونوں سے بچ جائے گا۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کے ۵ باب کی ۱۶ آیت میں لکھتا ہے، ''پس تُم آپس میں ایک دُوسرے سے اپنے اپنے گُناہوں کا اِقرار کرو اور ایک دُسرے کے لِئے دُعا کرو تا کہ شِفا پاؤ۔ راستباز کی دُعا کے اثر سے بہت کُچھ ہو سکتا ہے۔'' اِس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ہم اپنے گُناہ کا اقرار نہیں کرتے، خُدا سے معافی نہیں پا سکتے۔ یہ اصول زمانہء قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ جیسا کہ داوٗدؔ نبی نے خُدا کے حضُور التجا کرتے ہُوئے کہا، ''مَیں نے

تیرے حضُور اپنے گُناہ کو مان لِیا اور اپنی بدکاری کو نہ چھپایا۔ مَیں نے کہا مَیں خُداوند کے حضُور اپنی خطاؤں کا اِقرارکرُوں گا اور تُو نے میرے گُناہ کی بدی کو مُعاف کِیا۔ اِسی لِئے ہر دِیندار تُجھ سے ایسے وقت میں دُعا کرے جب تُو مِل سکتا ہے۔ یقِیناً جب سَیلاب آئے تو اُس تک نہیں پہنچے گا۔" (زبُور ۳۲:۵-۶)

لیکن کبھی کبھی گُناہ ہم پر اِتنا حاوی ہو جاتا ہے کہ ہمارے اپنے بس میں نہیں رہتا کہ اپنی مدد آپ کرسکیں۔ ایسی حالت میں ہمیں کِسی دیندار اور نیک اِنسان کی مدد کی ضرُورت ہوتی ہے۔ اِسی لِئے یعقُوبؔ کہتا ہے کہ "۔۔۔آپس میں ایک دُوسرے سے اپنے اپنے گُناہوں کا اِقرار کرو اور ایک دُسرے کے لِئے دُعا کرو تا کہ شفا پاؤ۔۔۔" (یعقُوب ۱۶:۵)

یعقُوبؔ ہمارے سامنے ایلیاہؔ نبی کی مثال پیش کرتے ہُوئے ۱۷ اور ۱۸ آیت میں لکھتا ہے، "ایلِیاہؔ ہمارا ہم طبِیعت اِنسان تھا۔ اُس نے بڑے جوش سے دُعا کی کہ مینہ نہ برسے۔ چُناچہ ساڑھے تِین برس تک زمِین پر مینہ نہ برسا۔ پھر اُس نے دُعا کی تو آسمان سے پانی برسا اور زمِین میں پَیداوار ہُوئی۔"

لفظ "جوش" میں نیت، لگن، اِیمان اور اُمید شامل ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ خُدا کے سامنے وہ وجوہات پیش کریں جن کے سبب سے خُدا ہماری اِلتجا سُنے۔

یعقُوبؔ اپنے اِلہامی خط کی آخری دو آیت میں ہمارے لِئے بہت ہی بیش قیمت ہدایت کرتے ہُوئے کہتا ہے، "اَے میرے بھائِیو! اگر تُم میں کوئی راہِ حق سے گُمراہ ہو جائے اور کوئی اُس کو پھیر لائے تو وہ یہ جان لے کہ جو کوئی

کِسی گُناہگار کو اُس کی گُمراہی سے پھیر لائے گا وہ ایک جان کو موت سے بچائے گا اور بہت سے گُناہوں پر پردہ ڈالے ہگا۔" (یعقُوب ۵:۱۹۔۲۰)

بیمار شخص تو جانتا ہے کہ وہ بیمار ہے لہذا وہ کِسی بھائی سے مدد کی درخواست کر سکتا ہے۔ لیکن راہِ حق سے گمراہ شخص ممکن ہے کہ بے خبر ہو کہ وہ راہِ حق سے بھٹکا ہُوا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر وہ اپنی حالت سے بے خبر ہے تو وہ کِسی کو مدد کے لِئے بھی نہیں پکارے گا۔ اگر کوئی بھائی جانتا ہے کہ اُس کا دوست یا بھائی گُناہ کی دلدل میں پھنس کر راہِ حق سے گمراہ ہو چُکا ہے تو اُس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اُسے سیدھے رستے پر لانے کی کوشش کرے۔ اور اگر اُسے کامیابی ہو جائے تو جیسا کلامِ پاک میں لکھا ہے، "۔۔۔وہ ایک جان کو موت سے بچائے گا اور بہت سے گُناہوں پر پردہ ڈالے گا۔"

پَولُسؔ رسُول بھی ہمیں اِسی سلسلے میں ہدایت دیتے ہُوئے کہتا ہے، "اَے بھائِیو! اگر کوئی آدمی کِسی قصُور میں پکڑا بھی جائے تو تُم جو رُوحانی ہو اُس کو حِلم مزاجی سے بحال کرو اور اپنا بھی خیال رکھ۔ کہیں تُو بھی آزمایش میں نہ پڑ جائے۔ تُم ایک دُوسرے کا بار اُٹھاؤ اور یُوں مسِیح کی شرِیعت کو پُورا کرو۔" (گلتیوں ۶:۱۔۲)

لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم دُوسروں کو بحال کرنے کے لِئے اُن کی مدد و رہنمائی کریں۔ اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک ہمارا بھائی یا دوست گُناہ کے پنجے سے چُھوٹ نہیں جاتا۔ مسِیح کی زمینی زندگی اور اُس کی تعلیم کا نچوڑ بھی یہی ہے کہ ہم دُوسروں کی مدد کرنے کو ہر وقت تیار رہیں۔ کیونکہ مسِیح